

مسجد کے آداب و مسائل

حضرت مولانا محمد عبدالمطلب مصباحی مدظلہ



ادارہ معارفِ نعمانیہ لاہور



مسجد کے آداب و مسائل

حضرت مولانا محمد عبدالمطلب مصباحی مدظلہ



ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیضان کرم شیخ الاسلام والمسلمین نبیرہ اعلیٰحضرت حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ

سلسلہ اشاعت نمبر 135

نام کتاب	مسجد کے آداب ومسائل
تصنیف	مولانا محمد عبدالمطلب برکاتی مصباحی مدظلہ
سن اشاعت	~~مارچ 2006ء صفر المظفر 1426ھ~~ جنوری 2006ء ذی الحج 1426ھ
صفحات	96
شرف اشاعت	ادارہ معارف نعمانیہ لاہور / رضوی فاؤنڈیشن پاکستان
تعداد	1100
ہدیہ	دعائے خیر بحق معاونین

نوٹ: بیرون جات کے شائقین مطالعہ 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال فرما کر طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

ادارہ معارف نعمانیہ / رضوی فاؤنڈیشن پاکستان

323 مرکزی جامع مسجد حنفیہ غوثیہ۔ شادباغ لاہور

ای میل ایڈریس rizvifoundation@hotmail.com

مختصر فہرست مضامین

وجہ ترتیب کتاب

میں جب ۱۹۹۳ء میں حضرت علامہ مولانا ریاض احمد صاحب قبلہ مصباحی برکاتی دامت عنایتہٗ کے ساتھ ضلع جالون کی عظیم درسگاہ دارالعلوم فضل رحمانیہ مصباحیہ اجیتاپور میں کار تدریس انجام دے رہا تھا (اور یہ میرا تدریس کا پہلا سال تھا) ان دنوں ایک بار احبابی حلقہ میں دوران گفتگو حضرت موصوف نے کہا کہ ''مسائلِ نماز، مسائلِ زکوٰۃ، مسائلِ حج وغیرہ موضوعات پر بہت سی کتابیں منصّۂ شہود پر آگئی ہیں۔ مگر مسائل مسجد کے موضوع پر اب تک کوئی کتاب نظر کے سامنے سے نہیں گذری، اس موضوع پر بھی کوئی کتاب مرتب ہونی چاہئے۔''

ان کی یہ بات میرے ذہن و دماغ میں برابر گردش کرتی رہی اور ادھر مسجد میں آتے جاتے میں برابر دیکھتا تھا کہ لوگ اس میں دنیاوی گفتگو، ہنسی، مذاق، شور وغل وغیرہ کرنے میں اک ذرا بھی جھجھک محسوس نہیں کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا کہ یہ لوگ مسجد کو بجائے خانۂ خدا سمجھنے کے خانۂ خود سمجھتے ہیں۔

یہی وہ محرک و اسباب ہیں جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے میرے باب دل کو بار بار دستک دیا اور جھنجھوڑا۔ مگر میں اپنی دامن گیر علمی بے بضاعتی کے سبب قطعاً خود کو اس کا اہل نہ پاتا تھا۔ تاہم فضلِ خداوندی نے آواز دیا کہ ''کوشش تو کرو کوشش ہی تمہارا کام ہے''۔

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود — مرد باید کہ ہراساں نہ شود

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے؟ — پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

بہر حال پھر میں نے رکاب عزم کو مضبوط کیا اور آہستہ آہستہ مسجد سے متعلق مختلف موضوعات پر مواد جمع کرتا رہا حتیٰ کہ یہ کتاب ''مسجد کے آداب و مسائل'' آپ کے ہاتھوں میں آ گئی۔ میں نے اس میں جو کچھ جمع کیا ہے اس کا حوالہ بھی مع صفحہ نمبر کے درج کر دیا ہے۔ اس میں میرا اپنا کچھ نہیں ہے۔ ہاں البتہ ضابطۂ مسلمہ "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" کے تئیں اس میں جو کچھ غلطیاں اور خامیاں ہوں گی وہ ضرور اپنا ہی حصہ ہوں گی۔ قارئین کرام سے مخلصانہ گذارش ہے کہ دوران مطالعہ جو خامیاں نظر آئیں فقیر کو اس پر مطلع فرمانے کی زحمت گوارہ کریں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

دعاء ہے کہ مولائے کریم عزوجل اس رسالہ کو مقبول خواص وعوام بنا کر اپنی رضا کے لئے قبول فرمائے۔ اور اس کے فائدے کو عام سے عام تر فرمائے۔

آمین بحق طٰه و یٰسین صلوات الله تعالیٰ و سلامه علیه و علیٰ آله اجمعین۔

محمد عبد المطلب مصباحی

استاذ

دار العلوم اہلسنت قادریہ سراج العلوم برگدہی

پوسٹ جدوپیرا۔ مہراج گنج۔ یو۔ پی۔ انڈیا

۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۹۶ء بروز جمعہ مبارکہ

تقریب

از:- خیر الاذکیاء حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی اعظمی

صدر المدرسین دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم

مبارکپور۔ اعظم گڈھ، یو، پی۔ و رکن المجمع الاسلامی مبارکپور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا۔

مولانا عبد المطلب مصباحی کی کتاب ''مسجد کے آداب و مسائل'' میں بالاستیعاب تو نہ دیکھ سکا۔ لیکن سرسری طور پر دیکھنے سے ہی اندازہ ہو گیا کہ کتاب میں موضوع سے متعلق سبھی باتیں سمیٹنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، آیات قرآنی، احادیث نبوی اور کتب فقہ سے استفادہ کرتے ہوئے موثر اور دل نشیں انداز میں مسجد کے آداب و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اور جو کچھ لکھا ہے اس کا ماخذ اور حوالہ بھی درج کر دیا ہے۔

مسجد کی عزت و عظمت مسلمانوں کے نزدیک ایک معروف اور مسلم امر ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ مسائل سے ناواقفی یا جان بوجھ کر بے پروائی کے باعث لوگ کثرت سے غلطیاں بھی کرتے ہیں۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا، مسجد کا سامان گھر لے جا کر استعمال کر لینا، حقہ، بیڑی، سگریٹ پی کر یا لہسن، پیاز، مولی کھا کر مسجد میں چلے جانا۔ مٹی کا تیل (لالٹین یا گیس میں ڈال کر) مسجد میں جلانا، مسجد میں بے نیت اعتکاف کھانا پینا، اور اس طرح کی بہت سی باتیں ہیں جو لوگوں میں عام ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ سب شریعت سے دوری، احکام سے ناواقفی اور آخرت کی پکڑ سے

بے پروائی کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ان کی شریعت نے جو احکام مقرر کئے ہیں ان کو جاننے اور عمل میں لانے کی کوشش کریں۔ اور کوئی بھی قدم قانون الٰہی اور شرع اسلامی کے خلاف اٹھانے سے بچیں۔ اور اس بات پر یقین رکھیں کہ جس رب کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اس کے یہاں کوئی حیلہ بہانہ چلنے والا نہیں، وہ ظاہر و باطن سب کو دیکھ رہا ہے۔ دل میں چھپی ہوئی نیتوں اور سینے کے اندر دبے ہوئے خیالات واحساسات سب کو جانتا ہے۔ انسان کی جرأت و بے باکی، غفلت و بے پروائی، سستی و تن آسانی ہر ایک کی خبر رکھنے والا ہے اور اس کے مطابق بدلہ دینے والا ہے، اس کی پکڑ بہت سخت ہے اور اس کا عذاب بڑا ہی درد ناک ہے۔ اور اس کے احکام کی عزت، اس کے فرمان پر عمل اور اس کی شریعت کو مضبوطی سے تھامنے کی جزا بہت بلند ہے خصوصاً اس وقت جب کہ لوگ کثرت سے بے راہ رو ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِأَةِ شَهِيْدٍ۔

(مشکوٰۃ ص ۳۰)

ترجمہ:- جس نے میری امت کی خرابی کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

دعا ہے کہ رب کریم اس کتاب کو مقبول و مفید بنائے اور اہل اسلام کو مساجد کی قرار واقعی عزت و توقیر کی توفیق بخشے۔

محمد احمد مصباحی

رکن المجمع الاسلامی مبارک پور

صدر المدرسین

دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ (یو، پی)

تقریظ جلیل

از:- حضرت علامہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب قبلہ مصباحی

استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریمؐ

عزیز اسعد مکرمی مولانا عبد المطلب مصباحی زید مجدہ السامی کی تالیف منیف، تصنیف لطیف ''مسجد کے آداب و مسائل'' ہدیہ ناظرین ہے۔ میں نے اس کے ابتدائی چند صفحات کو بنظر غائر دیکھا بحمدہ تعالیٰ مسجد کے مسائل کے سلسلے میں بہت جامع، مفید اور کارآمد پایا۔ عزیز موصوف نے جس عرق ریزی، دیدہ وری کے ساتھ اور تفحص تام کے بعد یہ دلنواز مجموعہ ترتیب دیا ہے وہ حد درجہ قابل تحسین و تبریک ہے۔

مسائل مسجد کے جملہ گوشوں پر جس بصیرت انگیز طریقے پر گفتگو کی ہے اور استیعاب و استقصاء کا جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ کافی مسرت آگیں و لائق ستائش ہے۔ یہ اُن کی پہلی تصنیف ہے لیکن تحریر میں جو جزالت و پختگی ہے اُس سے اُن کی طبع اخاذ اور ذہن ثاقب کا پتہ چلتا ہے۔ موصوف ابھی نوعمر ہیں اور کام کرنے کے جذبے سے سرشار، زمانۂ طالب علمی ہی سے بڑے محنتی اور سادہ مزاج ہیں۔ متانت، سنجیدگی، شائستگی و کم گوئی کے پیکر ہیں اور تعمیری و متوازن فکر کے مالک ہیں۔

موصوف نے ۱۹۹۳ء میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے سند فراغت حاصل کی

ہے اس کے بعد مختلف اداروں میں تعلیمی خدمات بڑے احسن طریقے پر انجام دیتے رہے ہیں۔ موجودہ کتاب سے اُن کی تصنیفی صلاحیت بھی اجاگر و آشکارا ہوگئی ہے۔ موصوف کے اندر کام کی جو لگن اور اشاعت دین کے سلسلے میں جو خلوص و حوصلہ ہے اُس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ کے ایام تعطیل میں مسودہ پر نظر ثانی کے دوران کہنے لگے کہ رسالہ ھذا کی طباعت کے بعد ارادہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریعی اختیارات پر بھی ایک مفصل کتاب تحریر کروں۔

فی الحال وہ ضلع مہراج گنج کی عظیم درسگاہ دار العلوم اہلسنت قادریہ سراج العلوم برگدہی سے وابستہ ہیں اور فرائض تعلیم و تدریس میں پوری تندہی کے ساتھ مصروف ہیں۔

موصوف اپنی کاوش میں کہاں تک کامیاب ہیں اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے۔ البتہ اتنی بات تو بالکل واضح ہے کہ کتاب کی ثقاہت کے لئے آپ نے جملہ مسائل و احکام کو معتبر حوالوں سے مزین کر کے بڑی آسانی فراہم کردی ہے عصر حاضر کی سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ دینی مدارس کے ناقص نظم و ضبط اور اشاعت دین و سنیت کے بجھتے جذبات کے باعث اور باصلاحیت افراد کی بے قدری، اسباب تصنیف مثلاً لائبریری، طباعت، تقسیم کتب وغیرہ کی تنگ دامانی نے ایک تعطل و جمود کی فضا قائم کردی ہے۔ جب کہ دین کی بقا و سلامتی کے لئے دین کے علم برداروں کی قدر افزائی اور تصنیفی و تدریسی خدمات کے لئے عمدہ اور پر سکون ماحول کا وجود بہت ضروری ہے۔

کاش لوگ سیاسی بازی گری کے کنویں سے نکل کر دنیا کے بدلتے حالات اور عصری تقاضوں کو دیکھتے تو احساس ہوتا ع

جاگو وگرنہ وقت نہ آئے گا پھر کبھی
دیکھو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

بہرکیف کتاب پیش نظر ہے اس کے چمکتے نقوش دعوت نظارہ دے رہے ہیں آپ اس سے استفادہ کریں اور دینی احکام پر عمل پیرا ہو کر سعادت دارین سے مستفیض ہوں۔

دعاء ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اسے قبول عام عطا کرے اور مصنف کے عزم و استقامت میں ثبات بخشے اور علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد المبعوث الیٰ کافۃ الخلق و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

اسیر حیرت

عبدالرحمٰن مصباحی

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

یکم ستمبر ۱۹۹۶ء

نحمدك يا من و فقنا لتقييد هذه المسائل فى آداب المساجد بالكتابة و نصلى عليك يا من بعث الى الخلق كافة للارشاد والهداية وعلىٰ آلك و اصحابك أولى الالباب و الدراية۔

مسجد کسے کہتے ہیں؟

لغت میں مسجد کا معنی ہے سجدہ گاہ، عبادت کی جگہ۔ اور اصطلاح شرع میں مسجد نام ہے اسلامی عبادت خانہ کا یا (بلفظ دیگر) اس جگہ کا جو نماز کے لئے وقف ہو۔[1]

مسجد کی فضیلت احادیث کی روشنی میں

مسجد کی عزت وعظمت اور اس کی فضیلت و اہمیت مسلمانوں کے نزدیک ایک مسلم امر ہے۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں ان میں سے صرف چند روایتوں کو یہاں پیش کیا جارہا ہے آپ انھیں پڑھئے اور مسجد کا مقام و مرتبہ سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

حدیث ﴿۱﴾ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ، ج:۱، ۴۴۱، فتاویٰ رضوی، ج:۶، ص:۳۹۰

أسواقها۔

اللہ عزوجل کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض بازار ہیں۔ (مسلم ج:۱-ص:۲۳۶، مشکوٰۃ ص:۶۸)

حدیث ﴿۲﴾ انہیں سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ الْمَسَاجِدُ قِيْلَ وَمَا الرَّتْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔

جب تم جنت کے باغوں سے گذرو تو کچھ چرلیا کرو عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (دنیا میں) جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا مسجدیں۔ عرض کیا گیا چرنا کیا ہے؟ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور اللّٰهُ أَكْبَرُ۔ (مشکوٰۃ ص:۷۰)

مطلب یہ ہے کہ اگر تم مسجدوں میں نماز کے لئے نہ بھی جاؤ بلکہ ویسے ہی وہاں سے گذرو تب بھی کچھ پڑھ لیا کرو کیوں کہ باغ میں جا کر بغیر کچھ کھائے واپس آنا محرومی ہے خصوصاً جب کہ باغ کا مالک سخی ہو۔ (مرأت)

حدیث ﴿۳﴾ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

جو لوگ تاریکیوں میں مساجد کو جانے والے ہیں انہیں قیامت کے دن کامل نور کی خوش خبری سنادے۔ (ابوداؤد ج:۱-ص:۸۳، ترمذی ج:۱-ص:۳۰،

ابن ماجہ ص:۵۶ وغیرہ)

یعنی جو لوگ بارشوں اور اندھیری راتوں میں بھی مسجد جانے سے نہیں رہ جاتے اللہ تعالیٰ انہیں پل صراط پر جہاں گھٹا ٹوپ اندھیرا ہوگا روشنی عطا فرمائے گا گویا یہاں کا اندھیرا وہاں کام آئے گا۔ (مرآت)

حدیث ﴿۴﴾ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْإِيْمَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔

جب تم کسی کو مسجد کا عادی دیکھو تو اس کے ایمان کے گواہ ہو جاؤ کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو ایمان لائے اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر۔'' (مشکوٰۃ شریف ص:۶۹)

حدیث ﴿۵﴾ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف کے گرد کچھ زمینیں خالی ہوئیں بنی سلمہ نے چاہا کہ مسجد کے قریب آجائیں یہ خبر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب اُٹھ آنا چاہتے ہو عرض کی ہاں اے اللہ کے رسول! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارادہ تو ہے فرمایا:

يَا بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ۔

اے بنو سلمہ! اپنے گھروں ہی میں رہو تمہارے قدم لکھے جائیں گے آپ نے اسے دوبارا ارشاد فرمایا۔ (مسلم ج:۱-ص:۲۳۵، مشکوٰۃ ص:۶۸)

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا کثرت ثواب کا

باعث ہے مگر یاد رہے کہ یہ متقیوں کے لئے ہے کیوں کہ وہ دور سے بھی جماعت کے لئے آئیں گے اور رہے غافلین تو یہ دوری ان کے لئے ثواب سے محرومی ہے کیوں کہ وہ اس کی وجہ سے مسجد نہ آکر گھر ہی میں پڑھ لیا کریں گے جیسا کہ آج کل مشاہدہ ہے کہ تمام تر سہولیات کی فراہمی کے باوجود بہت سے لوگ مسجد میں حاضر ہونے سے قاصر رہتے ہیں اور گھر ہی میں نماز پڑھ لیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سمجھ عطا فرمائے۔

حدیث ﴿۶﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ۔

جو بندۂ مومن صبح یا شام کو (یعنی جب بھی) مسجد میں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کی مہمانی کا سامان تیار کرتا ہے وہ جتنی دفعہ بھی صبح یا شام کو جائے۔

(مسلم ج:۱-ص:۲۳۵، مشکوٰۃ ص:۶۸)

حدیث ﴿۷﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اپنے گھر میں طہارت (یعنی وضو غسل) کر کے فرض ادا کرنے کے لئے مسجد کو جاتا ہے تو اس کے ایک قدم پر ایک گناہ معاف ہو جاتا ہے اور دوسرے قدم پر درجہ بلند ہوتا ہے۔

(مسلم ج:۱-ص:۲۳۵)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسجد کی طرف جو قدم اٹھتے ہیں ان سے ثواب ملتا ہے اور گناہ جھڑتے ہیں۔ برخلاف ان قدموں کے جو سینما ہال، ڈرامہ

گاہوں، شراب اور جوا کے بدبودار اڈوں کی طرف نکلتے ہیں کہ معاذ اللہ ان سے
تو محض اور محض گناہوں ہی کا اکتساب ہوتا ہے نیز معلوم ہوا کہ پیدل مسجد کو جانا
سواری کے ذریعہ جانے سے بہتر ہے۔ !

حدیث ﴿۸﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان نے مسجد کو نماز اور ذکر کے لئے وطن
نہیں بنایا مگر اللہ تعالیٰ اس سے اس قدر خوش ہوتا ہے جیسا کہ غائب شخص کے
گھر والے اپنے غائب سے مل کر خوش ہوتے ہیں جب کہ وہ ان کے پاس (لوٹ
کر) آئے۔ (ابن ماجہ ص:۵۸)

حدیث ﴿۹﴾ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ
سے سرکار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! تو جب تک مسجد
میں بیٹھا رہے گا اور وہاں جتنے سانس لے گا ہر ہر سانس کے بدلے اللہ عزوجل
تجھے جنت میں ایک ایک درجہ عطا فرمائے گا اور فرشتے تجھ پر درود بھیجتے رہیں گے
اور ہر سانس کے بدلے تیرے لئے دس دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور تیرے دس
دس گناہ مٹائے جائیں گے۔ (نزہت المجالس)

بخاری اور مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے ہیں مرد کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ، گھر میں اور بازار میں
پڑھنے سے پچیس درجہ زائد ہے۔

مندرجہ بالا روایات سے مسجد کی فضیلت واہمیت بالکل ہویدا اور آشکارا ہے

ا اگر عورتیں ضعیفہ ہوں یا قویہ یونہی پارسا ہوں یا غیر پارسا ان کو مسجد جانا منع ہے، فتاویٰ رضویہ ج ۳،
ص: ۶۱۰، الملفوظ ج ۳، ص: ۲۲۳۔

مزید کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ اب آگے تعمیر مسجد کی فضیلت کے تعلق سے کچھ
احادیث نقل کی جاتی ہیں انہیں بھی بغور پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔

تعمیر مسجد کی فضیلت واہمیت

شریعت اسلامیہ میں جہاں مسجد کو ایک بلند مقام اور عظیم رتبہ حاصل ہے
وہیں پر مسجد تعمیر کرنے والے خوش نصیب مسلمانوں کے لئے بشارتیں اور
سعادتیں بھی احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

حدیث ﴿۱﴾ مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ.
جو شخص خدائے تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لئے مسجد بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس
کیلئے (اس کے صلے میں) جنت میں گھر بنائے گا۔
(مسلم ج:۱-ص:۲۰۱، مشکوٰۃ ص:۶۸)

حدیث مذکور میں غور کرنے سے چند فائدے حاصل ہوئے اول یہ کہ حضور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی تعمیر پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔
دوسرے یہ کہ حدیث شریف میں مسجداً اور بیتاً دونوں نکرہ ہیں مگر مسجداً میں تنکیر
تقلیل کے لئے ہے جب کہ بیتاً میں تعظیم کے لئے ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا
کہ جو مسلمان چھوٹی سے چھوٹی مسجد بھی تعمیر کرے گا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کیلئے
جنت میں بہت بڑا عالی شان مکان بنائے گا۔ تیسرے یہ کہ جو شخص خالص اللہ
عزوجل ہی کی رضا جوئی کے لئے مسجد تعمیر کرے گا اسی کے لئے یہ اجر عظیم ہے کہ

خدائے بزرگ وبرتر اس لئے جنت میں عظیم الشان محل بنائے گا یہ فائدہ لفظ للّٰہ سے حاصل ہوا۔ چوتھے یہ کہ اگر کوئی شخص کسی دنیاوی غرض یا نام ونمود اور عزت و شہرت وغیرہ کے لئے مسجد بنائے گا یا اس مذموم نیت سے کسی قدر چندہ دے گا تو ہرگز ہرگز اس کو یہ اجر وثواب نہیں ملے گا[1] کیوں کہ ان صورتوں میں مسجد کی تعمیر خالصاً لوجہ اللہ نہیں ہوئی بلکہ غرض دنیاوی اور خواہش نفسانی کے لئے ہوئی ہے جس پر کوئی اجر وثواب نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''اعمال کے ثواب کا مدار نیتوں پر ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نیک عمل پر اسی وقت ثواب ملے گا جب کہ اسے اچھی نیت سے کیا جائے اور اگر نیت اچھی نہ رہی تو کیسا ہی نیک عمل ہو اس پر کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا۔

حدیث ﴿۲﴾ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ بَنٰی مَسْجِداً یُذْکَرُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْہِ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ۔

جو کوئی اللہ عزوجل کے ذکر کے لئے چھوٹی سی (ہی) مسجد بنائے گا تو اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں محل تیار کرے گا۔ (نسائی شریف ج:۱-ص:۱۱۲)

حدیث ﴿۳﴾ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

---

[1] بلکہ اس نیت سے بنائی گئی مسجد مسجد ہی نہیں ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم، ص:۵۴۲ میں ہے کہ ''جو شخص بنام مسجد کوئی عمارت تیار کرے جس سے تقرب الی اللہ مقصود نہ ہو بلکہ محض ریا وتفاخر کی نیت ہو تو وہ مسجد نہیں ہو سکتی کہ مسجد وقف ہے اور اس کا قربت مقصودہ کے لئے ہونا ضرور۔ اور ریا وتفاخر قربت الی اللہ نہیں بلکہ بعد عن اللہ ہے۔'' ۱۲

ہے کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِداً بَنَی اللّٰہُ لَہٗ مِثْلَہٗ فِی الْجَنَّۃِ۔

جو اللہ عزوجل کے لئے کوئی مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے مثل (گھر) جنت میں بنائے گا۔ (مسلم ج:۱-ص:۲۰۱، ترمذی ج:۱-ص:۴۳، ابن ماجہ ص:۵۴)

یعنی صرف گھر کہلانے میں اسی شکل کا ہوگا ورنہ تو جنت کے گھروں کو دنیا کے گھروں سے ادنیٰ سا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ وہ گھر جنت کے گھروں پر ایسے ہی فضیلت رکھتا ہوگا جیسے کہ مسجد دنیا کے عام مکانات پر فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث ﴿۴﴾ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِداً صَغِیْراً کَانَ اَوْ کَبِیْراً بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ۔

جو اللہ عزوجل کے لئے کوئی چھوٹی یا بڑی مسجد تعمیر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر فرمائے گا۔ (ترمذی ج۱، صفحہ۴۳)

متذکرہ بالا روایات سے اچھی طرح واضح ہے کہ جو بھی مسلمان نیک نیتی کے ساتھ مسجد تعمیر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔ نیز معلوم ہوا کہ مسجد چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، پکی ہو یا کچی جس قدر اخلاص کے ساتھ تعمیر کی جائے گی اسی قدر تعمیر کرنے والے کو ثواب ملے گا۔

تعمیر مسجد میں چندہ دینے کی فضیلت:

اس موقعہ سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا یہ ثواب پوری مسجد بنانے پر ملے گا؟ یا کسی قدر بھی چندہ دے کر شریک ہونے والے کے لئے بھی یہی اجر وثواب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی ثواب ہر اس شخص کے لئے ہے جو کسی قدر بھی چندہ دے کر شریک تعمیر ہو۔ پوری مسجد بنانے پر یہ ثواب موقوف نہیں۔ جیسے کہ جب کسی غلام کو آزاد کرنے میں کئی لوگ شریک ہوں تو سب کو دوزخ سے رہائی ملتی ہے۔

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ "صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِداً زَادَ فِیْ رِوَایَۃٍ وَلَوْ کَمَفْحَصِ قَطَاۃٍ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ وَزَادَ فِیْ رِوَایَۃٍ مِنْ دُرٍّ وَّیَاقُوْتٍ۔ یعنی جو اللہ عزوجل کے لئے مسجد بنائے اگرچہ ایک چھوٹی سی چڑیا کے گھونسلہ کے برابر اللہ عزوجل اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا محل تعمیر فرمائے گا۔ اور اس میں ہر وہ شخص جو کسی قدر چندہ سے شریک ہوا داخل ہے ساری مسجد بنانے پر یہ ثواب موقوف نہیں۔ مدینہ شریف میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد بنائی پھر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں زیادتی فرمائی پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کی تعمیر میں افزائش فرمائی اس پر یہی حدیث روایت فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ ج:٦-ص:٢٤٠)

معلوم ہوا کہ جو مسلمان مسجد کی تعمیر میں اخلاص کے ساتھ چندہ دے گا خواہ

ایک روپیہ ہی سہی تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم وثواب کثیر کا حقدار قرار پائے گا کہ اس کا گھر اللہ عزوجل جنت میں تعمیر فرمائے گا۔

زکاۃ کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانے کا حکم:

خیال رہے کہ مسجد کی تعمیر میں جو روپے پیسے صرف کئے جائیں وہ حلال اور طیب کی کمائی کے ہونے چاہئے۔ حرام کمائی کے ناپاک مال یا زکاۃ وعشر وغیرہ کے پیسے اور غلے اس کام میں صرف نہیں کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ بہار شریعت جلد خامس میں رقم طراز ہیں کہ "زکاۃ کا روپیہ (اسی طرح عشر وغیرہ کا غلہ بھی) مردہ کی تجہیز وتکفین یا مسجد کی تعمیر میں صرف نہیں کرسکتے کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی۔ اور ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کردیں اور وہ صرف کرے تو ثواب دونوں کو ہوگا بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گذرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کے لئے اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی" انتہی بحروفہ۔

انتباہ:- قربانی کا چمڑا مسجد کے کاموں میں لگاسکتے ہیں یوں ہی بیچ کر اس کی قیمت دینا بھی درست ہے بشرطیکہ مسجد میں دینے کی ہی نیت سے بیچا ہو اور اگر اپنے خرچ میں لانے کی نیت سے فروخت کیا تو اب اس کی قیمت مسجد میں دینا جائز نہیں۔

مسجد تعمیر کرنا مسلمان کا کام ہے:

مسجد تعمیر کرنا یقیناً ثواب کا کام ہے لیکن یاد رہے کہ یہ صرف مسلمانوں کے لئے ہے کافروں کے لئے مسجد کی تعمیر پر کوئی اجر وثواب نہیں کیونکہ یہ کام صرف ایمان والوں کا حق ہے کافروں اور بدمذہب گمراہوں کا نہیں، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَ فِى النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ. اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى اُولٰئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ.

مشرکوں کو (حق) نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر۔ ان کا تو سب کیا دھرا اکارت ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت (قیامت کے دن) پر ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔ (پ:۱۰، ع:۹)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ ’’مسجد آباد کرنے میں کئی قول ہیں ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ آباد کرنے سے مسجد کا بنانا، بلند کرنا اور مرمت کرنا مراد ہے‘‘ تو اب مذکورہ بالا آیتوں کا مطلب یہ ہوا کہ مسجد بنانا صرف مسلمانوں کا کام ہے جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، جنہیں بارگاہ خداوندی

میں اپنا سر جھکانے کا شوق ہے، جو نماز پڑھتے اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ اور کافروں و مشرکوں کو مسجد تعمیر کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں پہنچتا اور نہ ہی تعمیر مسجد پر انہیں کوئی اجر وثواب مل سکتا ہے۔ یوں ہی وہ بدمذہب زمانہ جن کی گمراہی حد کفر کو پہنچی ہوئی ہے انہیں بھی مسجد تعمیر کرنے کا نہ تو کوئی حق ہے اور نہ ہی مساجد کی تعمیر میں ان سے کسی قسم کا چندہ وغیرہ لینا ہی درست، بلکہ اس کام کیلئے صرف اور صرف اہلسنت و جماعت کے حلال اور طیب کمائی کے پاک مال لئے جائیں۔[1] اور جن مساجد کو ان لوگوں نے اپنے مالوں سے تعمیر کیا اور بنایا ہو شرعاً وہ مسجد نہیں ہیں۔[2] اسی لئے ایسی مساجد کی شرع شریف میں نہ تو کوئی فضیلت ہے اور نہ ہی مسجد کے سے ادب واحترام کا ان کے لئے کوئی حکم۔ تاہم ان کی تعمیر کردہ مسجدوں میں اگر نماز پڑھی جائے تو ادا ہو جائے گی کہ جواز نماز کے لئے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے مگر مسجد میں پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ اور بچنا اولیٰ ہے۔

تاریخ اسلام میں سب سے پہلی مسجد:

جب نبی کونین سلطان دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے تو مدینہ مبارکہ میں داخلہ سے پیشتر آپ نے مقام قباء میں بنو عمرو بن عوف کے یہاں نزول اجلال فرمایا اور وہیں باختلاف روایات چار، چودہ یا چوبیس روز قیام فرما کر اپنے دست اقدس سے مسجد

---

[1] فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۴۷۹، الملفوظ، ج:۱، ص:۱۰۹ مطبوعہ قادری مشن بریلی شریف۔

[2] فتاویٰ امجدیہ ج:۱ ص:۲۵۶۔

قباء کی بنیاد رکھی جو اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلی مسجد ہے اور آپ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم جب تک قباء میں تشریف فرما رہے اسی مسجد میں نماز ادا کرتے
رہے اور وہاں سے تشریف لے جانے کے بعد بھی معمول اقدس یہی تھا کہ ہر
ہفتہ کے روز اس کی زیارت کو تشریف لاتے کبھی پیدل اور کبھی سوار۔ اور صحابۂ
کرام علیہم الرضوان کو بھی آپ اس کی ترغیب وتحریص دیتے رہے۔ اس مسجد کی
فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئیں ہیں۔ اور اکثر مفسرین ومحدثین اس
بات کے قائل ہیں کہ سورۂ توبہ کی یہ آیت کریمہ ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی
التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ ترجمہ: بے شک وہ مسجد کہ
پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس
میں کھڑے ہو۔ پ:۱۱، ع:۲﴾ مسجد قبا ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ
بخاری جلد اول ص: ۵۵۵، جلالین ص:۱۶۶، مدارک جلد دوم ص:۱۴۵، اور
کشاف جلد دوم ص:۲۰۷ وغیرہ میں مذکور ہے۔ نیز ظاہر آیت سے بھی اسی قول
کی تصدیق وتائید ہوتی ہے کیونکہ آیت کا دوسرا جز فیہ رجال الآیۃ بالاتفاق اہل
قباء ہی کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ لیکن ترمذی شریف جلد اول ص:۴۴،
ایضاً جلد دوم ص:۱۳۶، اور نسائی شریف جلد اول ص:۱۱۳ کی روایت سے پتہ
چلتا ہے کہ مذکورہ آیت مسجد نبوی شریف کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ روایت
یوں ہے کہ ایک دفعہ دو صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اختلاف رائے ہو
گیا کہ اس آیت میں جس مسجد مقدس کا ذکر ہے وہ کون سی مسجد ہے؟ ان دونوں
میں سے ایک قبیلۂ خدرہ سے تعلق رکھتے تھے اور دوسرے قبیلۂ بنی عمرو بن عوف
کے رہنے والے تھے۔ خدری صحابی کا کہنا تھا کہ یہ مسجد نبوی شریف ہے اور قبیلۂ

بنی عمرو بن عوف والے صحابی کا فرمانا تھا کہ یہ مسجد قباء ہے۔ چنانچہ یہ دونوں
حضرات اپنے نزاع کا فیصلہ کرانے کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے
(دونوں کا بیان سن کر) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ھُوَ ھٰذا
یعنی مسجدہ وفی ذالك خیر کثیر وہ یہ مسجد ہے یعنی میری مسجد (مسجد نبوی
شریف) اور اس (مسجد قباء) میں بے حد خیر و برکت ہے۔ بہرکیف حدیثیں
دونوں کے بارے میں مروی ہیں اور آیت کا مضمون دونوں مسجدوں پر صادق بھی
آتا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں اسلئے کہ آیت کا مسجد قباء کے حق میں نازل
ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ مسجد نبوی شریف میں یہ اوصاف نہ ہوں۔

مسجد ضرار اور اس کا حکم:

مروی ہے کہ بنی عمرو بن عوف نے جب مسجد قباء بنائی تو اس پر ان کے
بھائیوں بنو غنم بن عوف کو حسد اور جلن ہوئی وہ بولے ہم بھی ایک مسجد بنائیں گے
اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس میں نماز کی دعوت دیں گے اور ابو
عامر راہب جب شام سے آئیں گے تو وہ بھی اس میں نماز پڑھیں گے۔ خیال
رہے کہ یہ ابو عامر مشہور صحابی رسول حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(جنھیں شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا تھا) کا باپ تھا جو زمانہ جاہلیت
میں نصرانی راہب ہوگیا تھا۔ یہاں خداوند قدوس کی شان بے نیازی کا یہ منظر بھی
ناقابل فراموش ہے کہ باپ تو نصرانیت کا قلادہ گلے میں ڈال کر جہنم رسید ہوا اور
بیٹے کو غسل دینے کے لئے آسمان سے فرشتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ بہرکیف جب
مسجد قبا، کو نقصان پہنچانے اور اس کی جماعت متفرق کرنے کے لئے اس کے

قریب منافقوں نے مسجد ضرار کی تعمیر مکمل کر لی تو بارگاہ رسالت میں آ کر عرض کیا
کہ ہم نے بوڑھے، ضعیف اور کمزوروں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے تاکہ یہ لوگ
اس میں بہ فراغت نماز پڑھ سکیں ہماری خواہش ہے کہ آپ چل کر اسمیں ایک نماز
پڑھ دیجئے۔ حضور نے فرمایا: اِنِّیْ عَلٰی جَنَاحِ سَفَرٍ وَاِذَا قَدِمْنَا مِنْ
تَبُوْكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَلَّيْنَا فِيْهِ۔ یعنی میں تو سفر تبوک کے لئے پابہ رکاب
ہوں واپسی پر اللہ عزوجل کی مرضی ہوگی تو وہاں نماز پڑھ لوں گا۔ غزوۂ تبوک سے
واپسی پر پھر ان لوگوں نے درخواست کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی
وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا۔ الآیۃ۔ یعنی اور وہ جنھوں نے مسجد بنائی
نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے
انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں
کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں
(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا
(پ:۱۱، ع:۲) اس وحی خداوندی نے منافقوں کی سازشوں اور ان کے باطل
خیالات ونظریات کا پردہ چاک کر دیا۔ پھر حضور نے مالک بن دخشم، معن بن
عدی، عامر بن سکن اور وحشی قاتلِ امیر حمزہ کو حکم دیا اِنْطَلِقُوْا اِلٰی
هٰذَا الْمَسْجِدِ الظَّالِمِ اَهْلُهٗ فَاهْدِمُوْهُ وَاَحْرِقُوْهُ۔ کہ جاؤ ظالموں کی اس
مسجد کو صفحۂ ہستی سے مٹا دو اور اسے مسمار ومنہدم کر کے آگ لگا دو۔ چنانچہ صحابۂ
کرام نے حکم رسالت کی تعمیل میں جلدی کی اور مسجد ضرار کو زمین بوس کر دیا نیز
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں گندگیاں ڈالنے کا حکم دیا۔

ناظرین غور کریں کہ اس مسجد کو مدینہ منورہ کے منافقوں نے اپنے ناپاک

مالوں سے تعمیر کیا تھا جس سے ان کا مقصود مسجد قباء کی جماعت کو توڑنا اور
مسلمانوں کی اجتماعی اور ملی قوتوں کو پارہ پارہ کرنا تھا تو ارشاد رسالت ہوا کہ اس کو
گرا دیا جائے اور اس کی جگہ کوڑا کرکٹ اور گندگیاں ڈالی جائیں۔ لہٰذا قیامت
تک جو بھی مسجد اس مذموم نیت سے بنائی جائے گی یا جس کی تعمیر کرنے والے
کافر، مشرک ہوں گے شرعاً وہ بھی مسجد ضرار کے حکم میں داخل وشامل رہیں گی
لانہ تعالیٰ قال مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ الآیۃ۔

انتباہ:- جو مسجد فخر وریاء اور نمود ونمائش یا رضائے الٰہی کے سوا کسی
اور غرض کے لئے یا غیر طیب مال سے بنائی گئی ہو وہ بھی مسجد ضرار کے ساتھ لاحق
ہے۔ (مدارک، کشاف)

تعمیرِ مسجد میں اینٹیں وغیرہ ڈھونا سنت ہے:

روایتوں میں آتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے
جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
مکان کے سامنے زمین کا ایک خالی قطعہ تھا جہاں خرما (کھجور) خشک کر کے تمر بنایا
کرتے تھے یہ حصۂ ارض دو یتیم بچوں حضرت سہل اور حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کا حق تھا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور وہ
زمین ان سے قیمتاً خرید لی۔ اولاً تو ان بچوں نے قیمت لینے سے انکار کیا لیکن
آپ راضی نہ ہوئے اور قیمت دے کر ہی اسے حاصل کیا پھر اس جگہ کو درست
کرنے کے بعد مسجد نبوی شریف کی بنیاد ڈالی۔ [1]

[1] جذب القلوب، ص:۹۷

بیہقی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ مسجد نبوی شریف کی سب سے پہلی اینٹ اللہ کے پیارے رسول سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے رکھی پھر آپ کے حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری اینٹ رکھا پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پتھر رکھے۔

اور سعادت کی بات یہ ہے کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ ساتھ خود شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مصروف کار تھے اور اپنے نرم و نازک دستہائے مبارکہ سے اینٹ اور پتھر ڈھو ڈھو کر لاتے تھے جیسا کہ بخاری شریف جلد اول ص:۵۵۵ کی روایت میں ہے۔

وَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِىْ بُنْيَانِهِ وَيَقُوْلُ وَهُوَ يَنْقُلُ اللَّبِنَ هذا الحمالُ لَاحِمَالَ خَيْبَرَ هَذَا اَبَرُّ رَبِّنَا وَاَطْهَرُ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةِ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ۔

صحابۂ کرام کے ساتھ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بھی) مسجد کی تعمیر کیلئے اینٹیں ڈھو ڈھو کر لاتے تھے اور اسی عالم میں کہتے جاتے تھے "باربرداری تو یہ ہے خیبر کی باربرداری کیا چیز ہے یہ ہمارے رب کی بارگاہ میں زیادہ نیک اور پاک کام ہے۔ اے اللہ بے شک بدلہ تو آخرت ہی کا بہتر ہے تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔"

امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام اینٹیں ڈھوتے تھے اور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی (ڈھونے میں) ان کی امداد فرماتے تھے میں نے ایک بار دیکھا کہ پیٹ سے لے کر سینۂ مبارکہ تک

بہت سی اینٹیں اٹھائے ہوئے ہیں مجھے لگا کہ یہ اینٹیں آپ پر گراں پڑ گئیں تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ اینٹیں مجھ کو دیدیجئے تاکہ میں پہنچادوں۔ ارشاد فرمایا "اینٹیں بہت ہیں تم جاؤ اور اس کے علاوہ وہاں سے دوسری اینٹیں اٹھا لاؤ اور یہ میرے لئے چھوڑ دو"۔ [1]

بخاری کی روایت میں ہے کہ ہر صحابی ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے تھے لیکن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ۔ یعنی ہم (گروہ صحابہ) ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ [2]

معلوم ہوا کہ مسجد کی تعمیر میں حتی الامکان حصہ لینا اور اینٹ، پتھر وغیرہ ڈھونا لانا کونین کے تاجدار روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان مقدس صحابہ کی محبوب و مرغوب سنت ہے۔ مسلمانوں کے لئے سنت کے التزام ہی میں فلاح و بہبود فروغ و ارتقاء مضمر و مقدر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

عمدہ سے عمدہ مسجد بنانے کا ثبوت:

بخاری وابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد اقدس (مسجد نبوی شریف) کچی اینٹوں کی بنی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخ کی تھی اور ستون کھجور کی لکڑیوں کے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں کچھ اضافہ نہیں کیا اور امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگرچہ اس میں اضافہ تو فرمایا مگر اس کی کیفیت اور

---

[1] جذب القلوب، ص:۹۸۔ [2] بخاری، ج:۱، ص:۶۳۔

ہیئت کو نہیں بدلا عہد نبوی ہی کی طرح کچی دیواریں اور کھجور کی ٹہنیوں کی چھت ۔ البتہ ستون کھجور کے تنے کے بجائے لکڑی کے بنوائے ۔ پھر امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں بہت اضافہ اور تبدیلیاں کیں دیواریں منقش پتھروں اور گچ سے بنوائیں اور ستون بھی منقش پتھروں کے لگائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنوائی ۔ ۱؎

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی حدیث مذکور کے تحت رقمطراز ہیں ’’اب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جب کہ عوام اپنے گھروں کو بہت عالی شان بناتے ہیں اگر مسجدیں عالی شان نہ بنائی جائیں تو ان کی عظمت دلوں میں نہ ہوگی نیز غیر مسلم ہنسیں گے اس لئے اب وسعت کے مطابق مساجد بھی جتنی عظیم الشان ہوسکیں بنوائی جائیں ،فقہاء نے فرمایا کہ کَمْ مِنْ اَحْکَامٍ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ بہت سے احکام وقت اور جگہ کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں انھیں میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے‘‘ ۲؎

تحریر مذکور سے یہ مسئلہ اور بھی منقح ہوگیا کہ فی زمانناً مسجدوں کو مزین اور منقش کرنا جائز بلکہ بہتر ہے مگر اب بھی دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شاغلاتِ قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ دیوار یمین وشمال بھی منہیات سے خالی رہے کہ اس کے پاس جو مصلی ہو اس کی نظر کو پریشان نہ کرے ۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳،ص:۵۹۹) ۔اور رہی یہ بات کہ حدیث میں مسجدوں کی زینت کی ممانعت آئی ہے تو اس سے یا تو فخریہ زینت مراد ہے یا ناجائز زینت مثلاً جاندار کی تصویروں اور فوٹوؤں سے مسجد کو آراستہ کرنا یا محض دوسری مسجدوں کے مقابلہ

۱؎ بخاری، ج:۱،ص:۱۶۴ ابوداؤد، ج:۱،ص:۶۰ ۔ ۲؎ نزہۃ القاری، ج:۲،ص:۴۳۸ ۔

کی غرض سے آراستہ کرنا ۔وغیرہ ۔ نہ کہ اللہ عزوجل کو راضی کرنے کے لئے سجانا منع ہے ۔ ۱؎

مسجد میں مینار اور کنگرہ:

مسلمانوں میں ایک زمانے سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ وہ جب مسجد تعمیر کرتے ہیں تو اس پر مینار اور کنگرہ بھی ضرور بناتے ہیں حالانکہ دور رسالت میں مسجدوں پر برج، کنگرے اور اس طرح کے مینار نہ ہوتے تھے ۔ بلکہ حدیث میں مسجدوں کو منڈی اور بے کنگرہ بنانے کا حکم وارد ہوا ہے، پھر اس تعامل ناس کی کیا وجہ ہے؟ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ نے اس کی تین وجہ تحریر فرمائی ہے (۱) تغیر زمانہ سے جب کہ لوگوں کے دل تعظیم باطن پر آگہی کے لئے تعظیم ظاہر کے محتاج ہوگئے اس لئے اس قسم کے امور علماء وعامۂ مسلمین نے مستحسن رکھے ۔ اور اسی قبیل سے ہے قرآن عظیم پر سونا چڑھانا کہ اگلے زمانہ میں نہ تھا اور اب بہ نیت تعظیم واحترام قرآن مجید مستحب ہے، یوں ہی مسجد میں گچکاری اور سونے کا کام ۔ وَمَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ۔ (۲) ایک منفعت یہ بھی ہے کہ مسافر یا ناواقف منارے کنگرے دور سے دیکھ کر ہی پہچان لے گا کہ یہاں مسجد ہے تو اس میں مسجد کی طرف مسلمانوں کو ارشاد وہدایت اور امر دین میں ان کی امداد واعانت ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۔ (۳) تیسری منفعت جلیلہ یہ ہے کہ یہاں کفار کی کثرت ہے اگر مسجدیں سادی گھروں کی طرح ہوں

۱؎ تفسیر نعیمی، ج:۱،ص:۷۵۲ ۔

توممکن ہے کہ پڑوس کے ہندو بعض مساجد پر گھر اور مملوک ہونے کا دعویٰ کر دیں اور جھوٹی گواہیوں سے جیت لیں برخلاف اس صورت کے کہ یہ بینات خود بتائے گی کہ یہ مسجد ہے تو اس میں مسجد کی حفاظت اور دشمنوں سے اس کی صیانت ہے"۔ [1]

ظلم عظیم:

یاد رکھو کہ جس طرح مسجد کی تعمیر اور آبادکاری بہت ہی اجر و ثواب اور فیروز بختی و سعادت مندی کا کام ہے یوں ہی اسکے برخلاف مسجد کا ڈھانا اور اس کی تخریب کاری اور ویرانی کے اسباب و ذرائع پیدا کرنا جرم عظیم اور بہت بڑا گناہ بھی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِیْنَ۔ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔ (پ:۱، ع:۱۴)

وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا کے تحت تفسیر بیضاوی میں ہے بالهدم والتعطل یعنی مسجد کی ویرانی عام ہے خواہ اس کی عمارت ڈھا کر ویران کرے یا اسے یوں ہی بے کار چھوڑ دے اور نماز وغیرہ کے لئے اس میں حاضر نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ

[1] فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۳۹۶۔ ملخصاً۔۱۲

مسجد ڈھانا یا اسے ویران کرنا ظلم عظیم اور اکبر کبائر سے ہے۔ لیکن واضح رہے کہ اگر مسلمانوں نے مسجد کی عمارت کو اسلئے ڈھایا اور مسجد شہید کی کہ پہلے سے زیادہ مستحکم و مضبوط بنائیں تو یہ بلاشبہ جائز اور درست ہے کیونکہ یہ تخریب مسجد نہیں ہے بشرطیکہ اسے اپنے مال سے بنائیں مسجد کے پیسے سے نہیں۔ [1]

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے آداب

چونکہ مسجد میں آنے اور جانے کی ضرورت ہر روز ہی پڑتی رہتی ہے اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس کے اسلامی اور شرعی آداب و طریقے کو بھی بیان کر دیا جائے تاکہ سنت کے مطابق مسجد میں ہمارا دخول و خروج ہو اور اس طرح ہم ثواب الٰہی اور انعام خداوندی کے حقدار قرار پاسکیں۔ چنانچہ حضرت ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (مسلم شریف ج:۱، ص:۲۴۸۔ نسائی شریف ج:۱، ص:۱۱۹۔ مشکوٰۃ ص:۶۸)

تم میں سے کوئی جب مسجد میں جائے تو کہے اللھم افتح لی الخ یعنی اے اللہ! تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لئے کھول دے۔ اور جب نکلے تو کہے اللھم انی الخ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

مسائل (۱) سنت یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو پہلے داہنا قدم اندر رکھے اور درود کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

[1] بہار شریعت، ج:۱۰، ص:۷۷۔

(۲) اور جب نکلے تو پہلے بایاں قدم مسجد سے نکالے اور یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ۔

(۳) مگر جوتا پہننے میں سنت یہ ہے کہ پہلے داہنے پاؤں میں پہنا جائے اور اتارنے میں پہلے بائیں پاؤں سے نکالا جائے۔

حکایت: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جو شریعت وطریقت میں کامل اور علوم رسالت کے وارث تھے ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں قدم مسجد میں رکھ دیا جس کے بعد ہی یہ ندا آئی کہ ''مسجد کے حق میں یہ گستاخی اچھی نہیں'' یہ ندا سن کر خوف کا ایسا غلبہ ہوا کہ غش کھا کر گر پڑے اور ہوش آنے کے بعد اپنے منہ پر طمانچے لگاتے ہوئے کہنے لگے کہ بے ادبی کی ایسی سزا ملی کہ میرا نام ہی دفتر انسانیت سے خارج کر دیا گیا لہٰذا اے نفس! اب ایسی بے ادبی کی جرأت کبھی مت کرنا۔[۱]

یونہی ایک بار بغداد شریف کی کسی مسجد میں ایک صاحب نے آکر قیام کیا رفتہ رفتہ شہرت ہو گئی کہ ایک بزرگ فلاں مسجد میں رونق افروز ہوئے ہیں کرامتوں کا ظہور ہو رہا ہے یہ خبر حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی اور ایک رفیق کو ساتھ لے کر ملاقات کے لئے چل دیئے وہ بزرگ کسی ضرورت کے تحت مسجد سے باہر نکل کر بعد فراغت مسجد میں داخل ہو رہے تھے اتنے میں آپ نے دیکھا کہ وہ پہلے بایاں قدم اندر داخل کئے۔ آپ الٹے پاؤں واپس ہو گئے رفیق نے سوال کیا کہ بغیر ملاقات کیوں واپس ہو رہے ہیں؟ جواب دیا کہ یہ سن کر حاضر ہو رہے تھے کہ بزرگ واقف اسرار الٰہی ہیں لیکن

[۱] تذکرۃ الاولیاء، ص: ۱۷۷۔ بہشت بہشت، ص: ۳۲۔

مشاہدہ میں یہ چیز آئی کہ آداب رسول پر عامل نہیں اور جو آداب رسول پر عمل پیرا نہ ہو وہ اسرار الٰہی کا حامل نہیں ہو سکتا۔[۱]

انتباہ: مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھنے اور نکلتے وقت دایاں پاؤں نکالنے سے نسیان کی بیماری ہوتی ہے۔ (نظام شریعت)

تحیۃ المسجد اور اس کے احکام

مسجد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ۔

تم میں کا کوئی شخص جب مسجد میں جائے تو چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (نماز تحیۃ المسجد) پڑھ لے۔ (بخاری ج:۱، ص: ۶۳۔ ابو داؤد ج:۱، ص ۶۷۔ ترمذی ج:۱، ص:۴۲۔ مشکوٰۃ ص:۶۸)

خیال رہے کہ فرض یا سنت یا کوئی اور نماز مسجد میں پڑھ لی تو تحیۃ المسجد ادا ہو گئی اگرچہ تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی ہو۔ تحیۃ المسجد کا حکم اسکے لئے ہے جو مسجد میں بہ نیت نماز نہ گیا ہو بلکہ درس و ذکر وغیرہ کے لئے گیا ہو اور اگر تنہا فرض پڑھنے یا جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی نیت سے مسجد میں گیا تو یہی نماز قائم مقام تحیۃ المسجد کے ہے بشرطیکہ داخل ہونے کے بعد ہی پڑھے اور اگر تاخیر سے پڑھنے کا

[۱] نظام شریعت، مصنفہ امام النحو میرٹھی علیہ الرحمہ۔

ارادہ ہے تو تحیۃ المسجد الگ پڑھ لے اور وقت مکروہ میں آنے والے کے لئے حکم یہ ہے کہ تسبیح وتہلیل اور درود شریف میں مشغول رہے اس سے حق مسجد ادا ہو جائے گا۔ اور جو شخص ایک دن میں کئی بار مسجد میں جائے تو اس کے لئے صرف ایک بار تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے ہر بار پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ بے وضو شخص کیلئے حکم یہ ہے کہ چار بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لے اور جو کسی وجہ سے تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکتا ہے اس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت وغیرہ)

ضروری انتباہ: عوام میں جو یہ رواج ہے کہ جمعہ کے دن یا دوسرے اوقات میں بھی مسجد میں آکر پہلے بیٹھتے ہیں پھر نماز تحیۃ المسجد ادا کرتے ہیں یہ غلط اور بے بنیاد ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص: ۴۵۴ میں ہے:

وَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْعَوَامِ مِنَ الْجُلُوْسِ اَوَّلًا ثُمَّ الْقِيَامُ لِلصَّلٰوةِ ثَانِيًا بَاطِلٌ لَا اَصْلَ لَهٗ۔

یعنی یہ جو بعض عوام کرتے ہیں کہ پہلے بیٹھتے ہیں پھر نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

لہٰذا لوگوں کو اس پر توجہ دینی چاہئے اور بیٹھنے سے پہلے پڑھنا چاہئے اور اگر کوئی بیٹھ ہی گیا تو ساقط نہ ہوئی اب پڑھے کیونکہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ذکر کی کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا دو رکعتیں پڑھ لی ہے؟

عرض کیا نہیں۔ فرمایا اٹھ اور انہیں پڑھ۔[1] معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر بیٹھنا مخل نہیں جب کہ کوئی فعل منافی صلوٰۃ نہ کرے۔

آدابِ مسجد کا بیان

مسلمانو! مسجد خدائے ذوالجلال کا پرعظمت گھر اور عظیم الشان دربار ہے جو نماز اور دیگر ذکر واذکار کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کی حیثیت مکاناتِ عالم کی حیثیتوں سے فزوں تر اور بالاتر ہے اس میں آنے جانے اور وقت گزارنے کے آداب شرع میں مقرر ہیں ہم ان میں سے بعض کا ذکر یہاں کرتے ہیں آپ انہیں پڑھئے اور میدانِ عمل میں اتر کر گوئے سعادت اچکنے کی کوشش کیجئے۔

مسجد کے ممنوعات:

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِيْنَكُمْ وَشِرَاءَكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَ خُصُوْمَاتِكُمْ وَرَفْعَ اَصْوَاتِكُمْ وَاِقَامَةَ حُدُوْدِكُمْ وَسَلَّ سُيُوْفِكُمْ وَاتَّخِذُوْا عَلٰى اَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ وَجَمِّرُوْهَا فِي الْجُمَعِ۔

اپنی مسجدوں کو بچاؤ ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کے جانے سے اور خرید و فروخت، جھگڑے اور آواز بلند کرنے، حدود (شرعی) قائم کرنے اور تلواروں کے سونتنے سے اور مسجدوں کے دروازوں پر طہارت گاہیں بناؤ اور انہیں جمعہ

[1] مرقات، ج:۱، ص: ۴۵۴۔ نزہۃ القاری، ج:۲، ص: ۲۳۷۔

کے اوقات میں خوشبوؤں سے معطر کرو۔ (ابن ماجہ ص: ۵۴)

اعتکاف کی نیت:

مسجد میں آتے وقت اعتکاف کی نیت کرلو کہ اس عبادت کا بھی ثواب ملے[1] گا اور وہ نیت یہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ دَخَلْتُ وَعَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَنَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَافِ۔ اس کے لئے روزہ شرط نہیں نہ کسی معین وقت تک بیٹھنا لازم ہے۔ جب تک ٹھہرو گے معتکف رہو گے جب باہر آئے اعتکاف ختم ہوگیا۔ اور اس کے سبب مسجد میں پانی پینا مثلاً پان کھانا بھی جائز ہوگا۔

افطاری:

بغیر نیت اعتکاف (مسجد میں) کسی چیز کے کھانے کی اجازت نہیں۔ بہت سی مساجد میں دستور ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں لوگ نمازیوں کیلئے افطاری بھیجتے ہیں اور وہ بلا نیت اعتکاف وہیں کھاتے پیتے ہیں اور فرش خراب کرتے ہیں یہ ناجائز ہے۔

وضو کی چھینٹ:

وضو کرنے کے بعد اعضاء سے ایک بھی چھینٹ پانی کی فرش مسجد پر نہ گرے۔ بہار شریعت حصہ سوم میں ہے کہ وضو کے بعد منہ اور ہاتھ سے پانی پونچھ کر مسجد میں جھاڑنا ناجائز ہے۔

[1] فتاوی رضویہ، جلد چہارم، ص: ۶۶۱ میں ہے کہ ہمیشہ چاہئے کہ جب نماز کے لئے مسجد میں آئے تو اعتکاف کی نیت کرلے کہ یہ دوسری عبادت مفت حاصل ہو جائیگی۔ ۱۲

مسجد میں چلنا یا کچھ پھینکنا:

مسجد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا جس سے دھمک پیدا ہو منع ہے۔ یونہی مسجد کے فرش پر کوئی چیز پھینکی نہ جائے بلکہ آہستہ سے رکھ دی جائے موسم گرما میں لوگ پنکھا جھلتے جھلتے پھینک دیتے ہیں یا لکڑی، چھتری وغیرہ رکھتے وقت دور سے چھوڑ دیا کرتے ہیں (جس سے آواز اور دھمک پیدا ہوتی ہے) اس کی ممانعت ہے۔ (اسی طرح مسجد میں ٹوپی، چادر وغیرہ پھینکنا بھی خلاف ادب ہے اکثر لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں)۔

چھینک اور کھانسی:

مسجد میں اگر چھینک آئے تو کوشش کرو کہ آہستہ آواز نکلے۔ اسی طرح کھانسی بھی۔ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکْرِہُ الْعَطْسَۃَ الشَّدِیْدَۃَ فِی الْمَسْجِدِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں زور کی چھینک کو ناپسند فرماتے اسی طرح ڈکار کو ضبط کرنا چاہئے اور اگر نہ ہو تو حتی الامکان آواز دبائی جائے اگرچہ غیر مسجد میں ہو۔ خصوصاً مجلس میں یا کسی معظم (بزرگ) کے سامنے کہ بے تہذیبی ہے۔ حدیث میں ہے ایک شخص نے دربار اقدس میں ڈکار لی فرمایا کُفَّ عَنَّا حُشَیَائَکَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَطْوَلُھُمْ شِبْعًا فِی الدُّنْیَا۔ ہم سے اپنی ڈکار دور رکھ کہ دنیا میں جو زیادہ مدت تک پیٹ بھرتے تھے وہ قیامت کے دن زیادہ مدت تک بھوکے رہیں گے۔[1] اور جماہی میں تو آواز کہیں

[1] کذا فی مشکوٰۃ، ص: ۳۳۲۔

بھی نہیں نکالنی چاہئے اگرچہ مسجد سے باہر تنہا ہو کیوں کہ یہ شیطان کا قہقہہ ہے۔

بات کرنا اور ہنسنا:

مسجد میں دنیا کی کوئی بات نہ کی جائے ہاں اگر کوئی دینی بات کسی سے کہنا ہو تو قریب جا کر آہستہ سے کہنا چاہئے نہ یہ کہ ایک صاحب مسجد میں کھڑے ہوئے دوسرے راہ گیر سے جو سڑک پر کھڑا ہوا ہے چلا کر باتیں کر رہے ہیں۔ یا کوئی باہر سے پکار رہا ہے اور یہ اس کا جواب بلند آواز سے دے رہے ہیں۔ یوں ہی تمسخر (مسخرہ پن) ویسے ہی ممنوع ہے اور مسجد میں سخت ناجائز۔ نیز مسجد میں ہنسنا منع ہے کہ قبر میں تاریکی لاتا ہے ہاں موقع سے تبسم[1] میں حرج نہیں۔

ریاح خارج کرنا:

مسجد میں حدث (ریاح خارج کرنا وغیرہ) منع ہے اگر ضرورت ہو تو باہر چلا جائے۔ لہٰذا معتکف کو چاہئے کہ ایام اعتکاف میں تھوڑا کھائے، پیٹ ہلکا رکھے کہ قضائے حاجت کے وقت کے سوا کسی وقت اخراج ریاح کی حاجت نہ ہو کہ وہ اس کے لئے باہر نہ جا سکے گا۔

قبلہ کی طرف پیر کرنا:

قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا تو ہر جگہ منع ہے مگر مسجد میں کسی طرف نہ پھیلائے کہ یہ خلاف آداب دربار ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم قدس سرہ مسجد میں تنہا

۱؎ تبسم: اس طرح ہنسا کہ دانت کی سفیدی ظاہر ہو جائے اور ہنسا یہ ہے کہ آواز خود سن لے۔ ۱۲

بیٹھے تھے پاؤں پھیلا لیا گوشۂ مسجد سے ہاتف نے آواز دی ابراہیم! بادشاہوں کے حضور میں یوں ہی بیٹھتے ہیں؟ معاً (فوراً) پاؤں سمیٹے اور ایسے سمیٹے کہ وقت انتقال ہی پھیلے۔ استعمالی جوتا پہن کر مسجد میں جانا گستاخی و بے ادبی ہے۔ نیز مسجد میں یہاں[1] کے کسی کافر کو آنے دینا سخت ناجائز اور مسجد کی بے حرمتی ہے فقہ میں جواز ہے تو ذمی کے لئے اور یہاں کے کافر ذمی نہیں (بلکہ حربی ہیں)۔ اب تک جو آداب مذکور ہوئے وہ امام اہلسنت کے ملفوظات شریف سے لئے گئے ہیں۔

مسجد میں تھوکنا:

فتاویٰ رضویہ جلد اول میں ہے کہ "مسجد کو ہر ایسی اشیا (یعنی گھن کی چیزوں) سے بچانا واجب ہے جیسے لعاب دہن اور آب بینی"۔ اور اسی کے حاشیہ میں ہے "اگرچہ پاک ہو مثلاً آب وضو"۔ رسالہ قشیریہ میں ہے کہ حضرت سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کسی آدمی کی ملاقات کو تشریف لے گئے ناگاہ اس شخص نے مسجد میں تھوکا آپ اس کی اس حرکت سے رنجیدہ خاطر ہو کر واپس لوٹ گئے اور اس سے ملاقات نہیں کئے۔ (راحت القلوب ص:۲۵۵)

اشیائے مسجد کا ادب:

مسجد کی بے کار چیزوں کو اگر کسی نے خریدا تو اس پر لازم ہے کہ بے ادبی کی جگہ نہ استعمال کرے۔[2] اسی طرح مسجد کے کوڑا کرکٹ کا ادب بھی لازم ہے درمختار میں ہے حَشِيْشُ الْمَسْجِدِ وَكُنَاسَتُهٗ لَا يُلْقٰى فِىْ مَوْضِعٍ يُخِلُّ

۱؎ یعنی ہندوستان۔ ۱۲ ۲؎ فتاویٰ رضویہ ج:۶ ص:۴۷۰۔

بِالتَّعْظِيْمِ ۔یعنی مسجد کی گھاس اور کوڑا اجاڑ کر بے ادبی کی جگہ نہ ڈالا جائے۔

مسجد میں تنکا بھی نہ ڈالیں:

مسجد میں کسی قسم کا کوڑا کرکٹ ہر گز نہ ڈالیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ''جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب'' میں نقل کرتے ہیں کہ مسجد میں جو تنکا بھی پھینکتا ہے تو اس سے مسجد کو اس قدر تکلیف پہنچتی ہے جس قدر تکلیف انسان کو اپنی آنکھ میں تنکا پڑ جانے سے ہوتی ہے۔

جو لوگ مسجد میں چراغ جلانے کے بعد تیلیاں فرشِ مسجد پر ہی ڈال دیتے ہیں یا اگربتی کی بچی ہوئی لکڑی کو مسجد ہی میں پھینک دیتے ہیں وہ سوچیں کہ ایسا کر کے وہ مسجد کو کس قدر تکلیف پہنچاتے ہیں۔

امام بخاری اور احترامِ مسجد:

ایک مرتبہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ مسجد میں حدیثیں بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی میں لگے ہوئے تنکے کو نکال کر مسجد کے فرش پر ڈال دیا امام بخاری علیہ الرحمۃ نے لوگوں کی نظریں بچا کر اس تنکے کو اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا۔ لوگوں کے چلے جانے کے بعد اس تنکے کو باہر پھینکا۔ ان لوگوں کو اس سے سبق لینا چاہئے جو اپنے کپڑوں کو گرد سے بچانے کے لئے مسجد کی چٹائیاں جھاڑ کر مسجد کے فرش پر گرا دیتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے کہ چٹائی کے گرد و غبار کو جھاڑ کر مسجد کے فرش پر کرنا منع ہے۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے کوئی اپنے پہنے ہوئے کپڑے سے گندگی پونچھ کر اپنے بدن میں مل لے۔ اسے کون

پسند کرے گا؟ اصل مسجد فرش ہے اور چٹائیاں وغیرہ اس کا لباس۔ (مقدمہ نزھۃ القاری)

انتباہ: شہر کی عیدگاہ کا بھی حکم مسجد ہی کا حکم ہے امام تاج الشریعہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ مسجد ہے اس پر تمام احکام مسجد ہیں۔[1] لہٰذا اس کا بھی ادب واحترام لازم وضروری ہے۔

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے کا بیان

اسلامی بھائیو! احادیث میں جہاں مسجد کے آداب واکرام بجالانے والوں کیلئے بے شمار انعامات کا تذکرہ آیا ہے وہیں مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے والے محروموں اور زیاں کاروں کے لئے عقابات ووعیدات کی روایتیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق مرسل روایت ہے کہ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

حدیث: ﴿۱﴾ يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ فِيْ اَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ۔

ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجدوں کے اندر دنیا کی باتیں کریں گے تو تم ان کے پاس مت بیٹھنا اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ پرواہ نہیں۔ (مشکوٰۃ ص: ۷۱)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ مسجد میں دنیا کی بات کرنا ناجائز ہے اور

[1] فتاوٰی رضویہ، ج: ۳، ص: ۸۱۴۔

دنیا کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ دینی باتیں جائز ہیں۔ اور فلیس للہ سے مراد حق تعالیٰ کا ایسے لوگوں سے بیزار ہونا یعنی نظر کرم نہ فرمانا ہے۔ (مرات)

حدیث ﴿۲﴾ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ

یَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یَأْتُوْنَ الْمَسَاجِدَ وَیَقْعُدُوْنَ فِیْهَا حَلْقاً حَلْقاً ذِکْرُهُمُ الدُّنْیَا وَحُبُّ الدُّنْیَا لَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَیْسَ لِلّٰهِ بِهِمْ حَاجَةٌ۔

آخر زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو مسجدوں میں آئیں گے اور حلقہ درحلقہ اس میں بیٹھیں گے ان کا ذکر دنیا اور دنیا کی محبت ہوگی تم ان کے پاس مت بیٹھنا اللہ عزوجل کو ان کی کچھ پرواہ نہیں۔ (البریقہ شرح الطریقہ ج:۲-ص:۱۰۹۵)

حدیث ﴿۳﴾ عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ کُنْتُ قَائِماً فِی الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِیْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ اِلَیْهِ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِذْهَبْ فَأْتِنِیْ بِهٰذَیْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمَا أَوْمِنْ اَیْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ کُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُکُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَکُمَا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں میں مسجد میں سویا تھا ایک شخص نے مجھ پر کنکری پھینکی دیکھا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں فرمایا جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان دونوں کو حاضر لایا۔ فرمایا تم کس قبیلے کے ہو؟ یا فرمایا کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے

عرض کیا ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ فرمایا اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (کیونکہ وہاں کے لوگ آداب سے واقف تھے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔ (بخاری شریف ج:۱ ص:۶۷، مشکوۃ شریف ص:۷۱)

احادیث مذکورہ اس بات پر نص ہیں کہ مسجد میں دنیاوی بات کرنا یا آواز بلند کرنا جائز نہیں خواہ وہ کوئی بھی مسجد ہو کیوں کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان میں ''فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' کی قید احترازی نہیں بلکہ واقعی ہے۔ البتہ مسجد نبوی شریف کے لئے یہ حکم زیادہ موکد ہے کیوں کہ وہاں کونین کے دولہا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اور آپ کا احترام جیسے ظاہری حیات طیبہ میں لازم تھا ویسے ہی اب بھی لازم و واجب ہے۔ اِنَّ حُرْمَتَهٗ مَیِّتاً کَحُرْمَتِهٖ حَیّاً۔ اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ جاننے کے باوجود مسجد میں آواز بلند کرنا اور چلا چلا کر باتیں کرنا انتہائی شنیع و قبیح اور قابل سزا جرم ہے۔

حکایت : خلیفہ بغداد ابو جعفر منصور عباسی مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوا اور حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کرتے ہوئے اس کی آواز کچھ بلند ہو گئی۔ تو حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا اے منصور! عزت وجلال والے رب کا فرمان ہے

''اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

اے خلیفہ! مدنی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب واحترام اب بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ظاہری حیات مبارکہ میں تھا۔ اس لئے روضۂ انور کے پاس خبردار! ہرگز بلند آواز سے گفتگو مت کرنا۔ حضرت امام کی ڈانٹ سن کر خلیفہ بالکل خاموش ہوگیا۔ (وفاء الوفاء وغیرہ)

سچ ہے اللہ والے کسی سے ہرگز نہیں ڈرتے خواہ وہ اپنے وقت کا حاکم اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو اگر خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان اقدس میں اک ذرا بھی گستاخی کی تو فوراً ڈانٹ دیتے ہیں رزقنا اللہ اتباعھم۔

جب کوئی مسجد میں جانا چاہے تو اسے چاہئے کہ انتہائی خشوع خضوع کے ساتھ حصول ثواب کی نیت سے لرزتے کانپتے اور سر جھکائے ہوئے اس میں داخل ہو اور یہ تصور رکھے کہ میں احکم الحاکمین جل جلالہ کے عظیم الشان دربار میں داخل ہو رہا ہوں۔ اور اس میں کسی طرح کی کوئی دنیاوی بات چیت ہرگز ہرگز نہ کرے کہ مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا نیکیوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس بارے میں بہت سے اقوال ائمہ وروایات معتبرہ فتاویٰ رضویہ شریف جلد سادس میں نقل فرمائے ہیں بہتر ہوگا کہ انہیں یہاں بیان کر دیا جائے۔ وہ رقمطراز ہیں کہ

مسجد میں دنیا کی مباح (جائز) باتیں کرنے کو بیٹھنا نیکیوں کو کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو فتح القدیر میں ہے اَلْکَلَامُ الْمُبَاحُ فِیْہِ مَکْرُوْہٌ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ یعنی مسجد میں جائز گفتگو (بھی) ناپسند ہے نیکیوں کو کھا جاتی ہے۔ اشباہ میں ہے اِنَّہٗ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتَ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ یعنی مسجد میں بات کرنا نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ امام ابو عبداللہ نسفی رحمۃ

اللہ علیہ نے مدارک شریف میں حدیث نقل کی کہ اَلْحَدِیْثُ فِی الْمَسْجِدِ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ الْبَھِیْمَۃُ الْحَشِیْشَ یعنی مسجد میں دنیا کی بات کرنا نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جیسے چوپایہ گھاس کو۔ "غمز العیون" میں "خزانہ الفقہ" سے ہے "مَنْ تَکَلَّمَ فِی الْمَسَاجِدِ بِکَلَامِ الدُّنْیَا اَحْبَطَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَمَلَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً" جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے عمل اکارت کر دے۔ اقول و مثلہ لایقال بالرای میں کہتا ہوں کہ اس قسم کی وعیدیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اپنی مرضی سے نہیں کہہ سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سَیَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَکُوْنُ حَدِیْثُھُمْ فِیْ مَسَاجِدِھِمْ لَیْسَ لِلّٰہِ فِیْھِمْ حَاجَۃٌ ۔ آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کریں گے اللہ عزوجل کو ان لوگوں سے کچھ کام نہیں۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے کَلَامُ الدُّنْیَا اِذَا کَانَ مُبَاحًا صَادِقًا فَفِی الْمَسَاجِدِ بِلَا ضَرُوْرَۃٍ دَاعِیَۃٍ اِلٰی ذَالِکَ کَالْمُعْتَکِفِ یَتَکَلَّمُ فِیْ حَاجَتِہِ اللَّازِمَۃِ مَکْرُوْہٌ کَرَاھَۃَ تَحْرِیْمٍ ثُمَّ ذَکَرَ الْحَدِیْثَ وَقَالَ فِیْ شَرْحِہٖ لَیْسَ لِلّٰہِ تَعَالٰی فِیْھِمْ حَاجَۃٌ اَیْ لَا یُرِیْدُ بِھِمْ خَیْرًا وَ اِنَّمَا ھُمْ اَھْلُ الْخَیْبَۃِ وَالْحِرْمَانِ وَ الْاِھَانَۃِ وَالْخُسْرَانِ ۔ یعنی دنیا کی بات جب کہ فی نفسہ مباح اور سچی ہو مسجد میں بلا ضرورت کرنی حرام ہے۔ ضرورت ایسی جیسے معتکف اپنے حوائج ضروریہ کے لئے بات کرے۔ پھر حدیث مذکور ذکر کر کے فرمایا معنیٰ حدیث یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ نہ کرے گا اور وہ نامراد و محروم و زیاں کار اور اہانت و ذلت کے سزاوار ہیں۔ اسی میں ہے

وَرُوِیَ اَنَّ مَسْجِداً مِنَ الْمَسَاجِدِ اِرْتَفَعَ اِلَی السَّمَآءِ شَاکِیًا مِنْ اَهْلِهٖ یَتَکَلَّمُوْنَ فِیْهِ بِکَلَامِ الدُّنْیَا فَاسْتَقْبَلَتْهُ الْمَلٰئِکَةُ وَقَالُوْا بُعِثْنَا بِهِلَاکِهِمْ ۔یعنی مروی ہوا کہ ایک مسجد اپنے رب کے حضور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں۔ ملٰئکہ اسے آتے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں۔ اسی میں ہے رُوِیَ اَنَّ الْمَلٰئِکَةَ یَشْکُوْنَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ نَتْنِ فَمِ الْمُغْتَابِیْنَ وَالْقَائِلِیْنَ فِی الْمَسَاجِدِ بِکَلَامِ الدُّنْیَا ۔یعنی روایت کیا گیا ہے کہ جو لوگ غیبت کرتے ہیں (جو سخت حرام اور زنا سے بھی اشد ہے) اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے منہ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ عزوجل کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔

سبحان اللہ، جب مباح و جائز بات بلاضرورت شرعیہ کرنے کو مسجد میں بیٹھنے پر یہ آفتیں ہیں تو حرام وناجائز کام کرنے کا کیا حال ہوگا۔ [1]

افسوس کہ اس زمانے میں عام طور پر لوگوں کے دلوں میں مساجد کی وہ قدر و اہمیت نہ رہی جیسی ہمارے اسلاف اور بزرگوں کے دلوں میں تھی اور جس کے کرنے کا قرآن و حدیث نے ہمیں حکم دیا تھا۔ آج کل تو لوگوں نے مسجدوں کو چوپال بنا رکھا ہے۔ عام مقامات کی طرح مسجدوں میں بھی شور شغب، گفتگو، ہنسی، مذاق اور کسی پر بے لاگ تبصرہ کرنے میں اک ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ بعض ناعاقبت اندیش مسجد میں گالیاں تک بک دیتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ، ج:۶، ص:۴۰۲، ۴۰۳

مولیٰ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

مسلمانی کا دعویٰ کرنے والو! خبردار، ہوشیار، خدا کے حلم پر مغرور مت ہونا اس کی گرفت بہت سخت ہے اور سزا بہت کڑی۔

ہیں مشو مغرور بر حلم خدا
دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

جب تک مسجدوں میں رہو اس بات کا لازمی طور پر خیال رکھو کہ کوئی جملہ بھی بلاضرورت شرعیہ تمہاری زبان سے ہرگز نہ نکلنے پائے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم گھر سے تو چلے تھے مسجد کی طرف نیکیاں کمانے کیلئے لیکن مسجد میں دنیاداری کی باتیں وغیرہ کرنے کے سبب حقیقت میں سر پر گناہوں کا انبار لے کر پلٹ رہے ہو اور تم کو اس کی خبر تک نہ ہو۔ جیسا کہ اس بہرے کا حال ہوا جو اپنے ہمسایہ کی عیادت کیلئے گیا ہوا تھا۔ چنانچہ

حکایت: حضرت مولائے روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں لکھا ہے کہ ایک بہرے کا پڑوسی بیمار ہو گیا تو وہ دل میں کہنے لگا کہ پڑوسی بیمار ہے اس کی عیادت کیلئے جانا چاہئے مگر اس نے سوچا کہ میں تو بہرہ ہوں اور وہ بیمار و نحیف ہے۔ میں کچھ پوچھوں گا تو اس کا جواب تو سن نہ سکوں گا پھر وہ کیا کہے گا اور میں کیا کہوں گا؟ لیکن جانا ضرور ہے اس لئے خود ہی سوچ لینا چاہئے کہ میرے سوال کا وہ کیا جواب دے گا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ میں پہلا سوال اس سے یہ کروں گا کہ کیا حال ہے؟ تو وہ لازماً یہی کہے گا کہ کچھ آرام ہی ہے۔ تو میں کہہ دوں گا خدا کا شکر ہے پھر پوچھوں گا کہ غذا کیا کھاتے ہو؟ تو وہ کوئی نرم اور ہلکی پھلکی ہی غذا کا نام لے گا تو میں کہہ دوں گا بہت صحیح بڑی اچھی غذا ہے۔ پھر

پوچھوں گا کہ علاج کس حکیم کا ہے؟ تو کسی مشہور ومعروف حکیم کا ہی نام لے گا۔ اس پر میں کہہ دوں گا بہت خوب وہ بڑا قابل حکیم ہے۔ اس طرح سوال جواب گڑھ کر وہ بیمار کے پاس پہنچا۔ مولائے روم فرماتے ہیں:

گفت چونی گفت مردم گفت شکر ☆ شداز اں رنجور پر آواز ونکر

ترجمہ: بیمار کے پاس پہنچ کر کہا کیا حال ہے؟ بیمار نے کہا مر رہا ہوں، بہرہ بولا شکر ہے۔ بیمار کو اس پر بڑا غصہ آیا۔

بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر

گفت نوشت باد افزوں گشت قہر

ترجمہ: پھر پوچھا کھاتے کیا ہو؟ بیمار بولا زہر کھاتا ہوں۔ بہرہ بولا مبارک ہو بڑی اچھی غذا ہے۔ اب تو بیمار اور بھی غصہ میں لال پیلا ہو گیا۔

بعد ازاں گفت از طبیباں کیست او   کہ ہے آید بے چارہ پیش تو

گفت عزرائیل می آید برد   گفت پایش بس مبارک شاد شو

ترجمہ: بہرے نے پوچھا ڈاکٹر کونسا آتا ہے؟ بیمار نے جواب دیا ملک الموت آتے ہیں۔ بہرہ بولا بڑا ہی لائق طبیب ہے اور اس کا قدم بڑا ہی مبارک قدم ہے۔ مبارک ہو۔

مولائے روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بہرہ بیمار پرسی کر کے نکلا تو بیمار اس پر بڑا ہی ناراض تھا مگر بہرہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں بیمار کو خوش کر کے آیا ہوں۔

خوب سمجھ لو جو شخص مسجد میں جا کر دنیاوی گفتگو، ہنسی، مذاق وغیرہ وغیرہ ممنوعات کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ تو مسجد میں جاتا ہے خدا عزوجل کو خوش کرنے کے لئے اور بزعم خویش خدا کو خوش کر کے ہی لوٹتا ہے مگر درحقیقت بجائے خدا کو

خوش کرنے کے اسے ناراض کر کے لوٹتا ہے۔ پس اے غافل مسلمان! خواب غفلت سے بیدار ہو جا اور اس کمترین کے کہے پر دھیان دے اور ہوش وگوش سے سن! جب بھی مسجد میں آ انتہائی احتیاط اور ہوشمندی سے رہ خوف خدا اور شرم نبی کو دل میں جگہ دے اور یہ اچھی طرح یاد رکھ کہ مسجد اس خدائے ذوالجلال کا عالی دربار ہے جو دلوں کے خطرات وخیالات پر بھی واقف اور کئے ہوئے اعمال پر بہت جلد جزا وسزا مرتب فرمانے والا ہے لہٰذا یہاں خود بھی دنیا کی باتیں اور احترام مسجد کے خلاف امور کا ارتکاب کرنے سے حتی الامکان دور رہ اور ایسا کرنے والوں سے بھی گریز کر ان کے پاس مت بیٹھ ان کی ہاں میں ہاں نہ ملا۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ الْمُعِيْنُ۔

تعمیر بُطیحا کی ضرورت:

مشکوٰۃ شریف ص: ۷۱ میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی شریف کے قریب ایک چبوترہ سا بنوا دیا تھا اور فرمایا تھا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّلْغَطَ اَوْ يَنْشُدَ شِعْرًا اَوْيَرْفَعَ صَوْتَهٗ فَلْيَخْرُجْ اِلٰى هٰذِهِ الرَّحْبَةِ۔ یعنی جسے بے کار باتیں کرنی ہو یا شعر پڑھنا ہو یا شور کرنا ہو وہ اس چبوترہ پر چلا جائے۔

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مقدس کارنامہ سے بھی عیاں ہے کہ خانۂ خدا میں دنیاوی گفتگو وغیرہ کی قطعاً اجازت نہیں ہے ورنہ تو آپ تعمیر بُطیحا کی زحمت کیوں اٹھاتے؟ نیز معلوم ہوا کہ مسجد میں شعر پڑھنا ناجائز ہے لیکن مذموم شعر۔ اور رہے وہ شعر جو حمد، نعت منقبت وعظ وحکمت پر مشتمل ہو تو اس کا پڑھنا

مسجد میں جائز ہے۔ حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
مسجد میں گذر ہوا حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں بیٹھے شعر پڑھ رہے تھے
آپ نے سنا تو ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاڑ گئے
اور بولے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہاں شعر گوئی کیا
کرتا تھا پھر اپنی بات کی تصدیق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کرائی کہ
اے ابو ہریرہ! کیا آپ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا
اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ حَسَّانًا بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ اے اللہ تو روح القدس کے ذریعہ حسان
کی مدد فرما۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللھم نعم۔ ہاں ایسا ہی
فرمایا تھا۔[1]

ایک دردناک روایت:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اے ابن عباس!) کیا میں تم کو ایسی قوم کی رہنمائی
نہ کروں جن کیلئے خیر سے کچھ حصہ نہیں؟ اور نہ ان کا وضو ہے نہ نماز نہ زکوۃ ہے نہ
حج اور نہ ان کے پاس ایمان ہی ہے۔ وہ لوگ اللہ عزوجل سے دور کئے ہوئے
ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد
رسالت ہوا وہ میری امت کے ایسے لوگ ہیں کہ جب انہوں نے اذان سنی تو
تیاریوں میں لگ گئے اور کامل وضو کیا، مسجدوں کی طرف گئے دو رکعت خفیف نماز

[1] مسلم شریف، ج:۲، ص:۳۰۰۔ وفاء الوفاء، جلد اول۔

ادا کی اور محراب کی طرف پیٹھ پھیر کر دنیاوی گفتگو میں مشغول ہو گئے۔ تو قسم ہے
خدائے وحدہ لاشریک کی کہ فرشتے ان سے کہتے رہتے ہیں اے اللہ (عزوجل)
کے دشمنو! چپ رہو، اے اللہ (عزوجل) کے مخالفو! سکوت اختیار کرو۔ اے اللہ
(عزوجل) کے مبغوضو! مت بولو۔ تم پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر جب وہ نماز ادا
کر چکتے ہیں تو ان کی نماز ان کے منہ پر ماردی جاتی ہے اور وہ اس حال میں
لوٹتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ ان پر ناراض ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا (یا رسول اللہ! صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم) مسجدوں میں تو دنیاوی باتیں کرنی ضروری ہے کیوں کہ ہم مختلف
گھروں سے آتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا اے ابن عباس! کیا تمہارے لئے خدا کی
کتاب میں درس ونصیحت موجود نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فَاسْعَوْا اِلٰی
ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ" اور "اِلٰی ذِکْرِ الدُّنْیَا" نہیں فرمایا۔ اے ابن عباس!
مسجد میں بیٹھنے والا اللہ تعالیٰ کا ہمنشین ہوتا ہے تو جب (دنیاوی بات سے)
سکوت کے ذریعہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی تو اللہ عزوجل جنات النعیم کے
ذریعہ اس کی عزت آفرینی فرمائے گا۔ اور جس نے اس میں گفتگو کر کے حق اللہ کی
استہانت کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اوندھا ڈالے گا۔ حضرت ابن عباس رضی
اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بارہ مرتبہ
کہا کہ مسجد میں گفتگو کی اجازت دیں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں اور
شدت فرماتے رہے۔ (البریقہ شرح الطریقہ ج:۲-ص:۱۰۹۵)

ایمانی بھائیو! اس روایت کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر
کیسا غضب ناک ہوتا ہے جو مسجدوں میں آکر بے ضرورت دنیاوی گفتگو میں

مشغول ہوتے ہیں۔ یادرکھو اللہ کا غضب بہت سخت اور پکڑ انتہائی شدید ہے۔

شعر

مسجد خدا کا گھر ہے عبادت سے کام ہے
دنیا کی باتیں کرنا یاں مطلق حرام ہے

مسجد میں حاضر ہوکر بلاضرورت دنیاوی گفتگو میں مشغول ہونے والے لفاظوں اور باتونی لوگوں کی عبرت وموعظت کے لئے یہ روایت بھی کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں کہ حضرت خلف بن ایوب مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ان کا غلام آیا اور کچھ معلوم کرنے لگا۔ آپ نے مسجد سے باہر جا کر اس کا جواب دیا۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! صرف جواب ہی کے لئے مسجد سے باہر گئے؟ فرمایا اتنے سال سے میں نے مسجد میں دنیا کی بات نہیں کی ہے اور یہ غلام دنیا کی بات پوچھنے آیا تھا۔ (تنبیہ الغافلین) فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مسجد کی صفائی کا بیان

مسجد کی صفائی ستھرائی کرنا جہاں سنت اور کارثواب ہے وہیں احکم الحاکمین جل جلالہ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرامین کی تعمیل و ترویج بھی ہے اس نے انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے گھر کی تنظیف وتطہیر کا تاکیدی حکم فرمایا ہے قرآن مجید میں ہے

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔

اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم واسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف والوں اور رکوع وسجود والوں کے لئے۔ (پ:۱-ع:۱۵)

حدیث ﴿۱﴾ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ أَخْرَجَ أَذًى مِنَ الْمَسْجِدِ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

جو مسجد سے کوئی تکلیف دہ چیز دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل تعمیر فرمائے گا۔ (ابن ماجہ شریف ص:۵۵)

حدیث ﴿۲﴾ ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:

أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فِي الدُّوْرِ وَأَنْ يُنَظَّفَ وَيُطَيَّبَ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجدیں تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کو پاکیزہ اور معطر رکھنے کی تاکید فرمائی۔ (ابوداؤد)

حدیث ﴿۳﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالُوا مَاتَ فَقَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي بِهِ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ أَوْ قَالَ قَبْرِهَا فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا۔

ایک حبشی مرد یا ایک حبشی عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی پھر وہ مرگیا (یا وہ عورت مرگئی) تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مرگئے فرمایا مجھے تم لوگوں نے اس کی خبر کیوں نہیں کی مجھے

اس کی قبر بتاؤ۔ تو حضور اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔
(بخاری ج:۱-ص:۱۷۸، مسلم ج:۱ص:۳۰۹، مشکوٰۃ ص:۱۴۵)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ پر میری امت کے ثواب پیش کیے گئے یہاں تک کہ تنکا جو مسجد سے کوئی باہر کردے اور گناہ پیش کیے گئے تو اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی کو آیت یا سورت قرآن کی دی گئی اور اس نے بھلا دی۔[1]

مذکورہ بالا احادیث وآیت سے بخوبی واضح ہے کہ مسجد میں جھاڑو لگانا اور اس کی تطہیر وتطیب کا اہتمام والنصرام کرنا بہت بڑی نیکی اور جنت میں دخول کا بہترین اور آسان ذریعہ ہے۔ نیز معلوم ہوا کہ مسجد میں جھاڑو دینے والے کی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظروں میں بڑی ہی عزت ووقعت ہے کیوں کہ حبشی جاروب کش کے دفن کی اطلاع نہ دینے والوں پر آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور قبر پر تشریف لے جا کر ان کی نماز جنازہ پڑھ کر گویا یہ اعلان کر دیا کہ اے دنیا والو! مسجد میں جھاڑو دینے کو معمولی مت سمجھنا یہ بہت ہی سعادت و فضیلت کا کام ہے۔ بلکہ احادیث وسیر کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خود بھی مسجد کی صفائی کا اہتمام فرماتے تھے اور کبھی کبھی اپنے ہاتھ سے مسجد سے گرد وغبار دور کرتے اور جھاڑو لگا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مسجد میں) قبلہ کی طرف رینٹھ دیکھی تو

[1] ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ۔

آپ پر ناگوار گزرا حتیٰ کہ ناگواری چہرۂ انور میں دیکھی گئی۔ پھر آپ اٹھے فحکہ بیدہ اسے اپنے دست مبارک سے کھرچ دیا[1] اور ابوداؤد شریف جلد اوّل ص:۶۸ کی روایت میں ہے کہ اسے کھرچنے کے بعد اس پر زعفران منگا کر مل دیا۔

اس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں گندگی ڈالنا نبی کونین سلطان دارین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے۔ وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا اور خوشبوؤں سے معطر کرنا حضور کی سنت ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہی وجہ ہے کہ علما ومشائخ بلکہ اسلامی بادشاہ کبھی کبھی اپنے ہاتھ سے بھی مسجد صاف کردیا کرتے تھے۔ (مرات)

اور مرقات شرح مشکوٰۃ ص:۴۵۹ میں ابن ابی شیبہ سے ایک روایت یوں نقل کی گئی ہے اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَتَتَبَّعُ غُبَارَ الْمَسْجِدِ بِجَرِيْدَةٍ۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کا غبار کھجور کی ٹہنی سے ہٹا دیا کرتے تھے۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ رحمۃ الباری اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب ص:۱۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد قبا کی زیارت کو تشریف لے گئے مگر وہاں کسی کو نہ پایا ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ صحابۂ کرام کی معیت میں اس مسجد کی تعمیر کے لئے پتھر ڈھوتے تھے خدا کی قسم اگر یہ مسجد دنیا کے کسی گوشے میں بھی ہوتی تو ہم اس کی

[1] مشکوٰۃ ص:۷۱

طلب میں اپنے اونٹوں کے کلیجے فنا کردیتے (یعنی لمبے سفر کرتے) پھر آپ نے کھجور کی چند شاخیں منگائیں اور ان کا جھاڑو بنا کر مسجد کی صفائی کی۔لوگوں نے عرض کیا اے امیرالمومنین کیا ہم (اس کام کے لئے) کافی نہیں؟ یہ کام ہمیں دے دیجئے۔آپ نے فرمایا واللہ تم اس خدمت کے لئے کافی نہیں ہو۔

فی زمانا بعض لوگ مسجد میں جھاڑو دینا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور بعض ایسے مسلمان بھی ہیں کہ جو مسجد میں جھاڑو لگانے والے خوش نصیبوں کو حقارت وذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں یہ ان کی سخت نادانی اور بہت زبردست غلطی ہے کہ ثواب کے کام کو توہین سمجھتے ہیں اور کار ثواب کرنے والوں کو گری نگاہ سے دیکھتے ہیں کیا ایسوں کے لئے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں نمونہ عمل موجود نہیں ہے؟ کہ آپ نے اپنے دست اقدس سے خود مسجد سے گندگی صاف کیا۔اور کیا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کارنامہ ان کے لئے لائحۂ عمل ودرسِ عبرت نہیں؟ کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے مسجد قباء میں جھاڑو لگایا مولیٰ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سمجھ عطا فرمائے اور ایسی شان و بان سے مسلمانوں کو دور رکھے۔آمین۔تفسیر عزیزی میں ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینا، انھیں تھوک وغیرہ سے صاف کرنا۔معطر کرنا، بہت بہتر ہے بلکہ مسجد کی جھاڑو حوران بہشتی کا مہر ہے۔[1]

مسائل (۱) مسجد میں نجاست لے کر جانا اگرچہ مسجد آلودہ نہ ہو منع ہے یوں ہی جس کے بدن پر نجاست لگی ہو اس کا بھی مسجد میں جانا منع ہے۔(۲) ناپاک روغن (تیل) مسجد میں جلانا یا نجس گارا مسجد میں لگانا منع ہے۔

[1] تفسیر نعیمی، ج:۱،ص:۷۵۲۔غنیۃ الطالبین، باب:۲،ص:۱۱۵۔

(۳) چمگادڑ اور کبوتر وغیرہ کے گھونسلے مسجد کی صفائی کیلئے نوچنے میں حرج نہیں۔

(۴) کیچڑ سے پاؤں سنا ہوا ہے اس کو مسجد کی دیوار یا ستون سے پونچھنا منع ہے یوں ہی پھیلے ہوئے غبار سے پونچھنا بھی ناجائز ہے۔(ماخوذ از بہار شریعت)

غرضیکہ مسجد کو ہر گھن والی چیز سے بچانا ضروری ہے اور اس بارے میں ہر مسلمان چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب سب یکساں ہیں یعنی وہی اجر و ثواب ہر ایک کے لئے ہے۔خدائے پاک توفیق عطا فرمائے۔

مسجد میں مٹی کا تیل جلانے کا حکم

ایمانی بھائیو! مسجدیں اللہ عزوجل کا پاکیزہ گھر ہیں لہٰذا ان کی صفائی و ستھرائی کا خاص اہتمام رکھو، انھیں خوشبوؤں سے آراستہ کرو خصوصاً جمعہ کے روز کہ کثرت ثواب کا باعث ہے، اور ہرگز کبھی بھی ان میں گندی اور بدبودار چیز لے کر یا کھا کر مت جاؤ کہ پیارے آقا مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے۔چنانچہ

حدیث (۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَاَكَلْنَا مِنْهَا فَقَالَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ الْاِنْسُ۔ (مسلم شریف ج:۱،ص:۲۰۹)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیاز اور گندنا (یہ ایک قسم کی بدبودار سبزی ہے) کے کھانے سے منع فرمایا تو ہمیں ضرورت کا غلبہ ہوا پس ہم نے کھالیا تو

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ بیشک فرشتوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے جس سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔

حدیث ﴿۲﴾ حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ ھَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ اَلْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَقَالَ مَنْ اَکَلَھُمَا فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ اِنْ کُنْتُمْ لَا بُدَّ اٰکِلِیْھِمَا فَاَمِیْتُوْھُمَا طَبْخًا (مشکوۃ شریف ص:۷۰)

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دو سبزیوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے یعنی پیاز اور لہسن سے۔ اور فرمایا کہ انھیں کھا کر کوئی ہماری مسجد کے قریب ہرگز نہ آئے۔ اور فرمایا کہ اگر کھانا ہی چاہتے ہو تو پکا کر بُو دور کرلیا کرو۔

احادیث مذکورہ سے دو باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں اول یہ کہ بدبودار چیز استعمال کر کے مسجد میں جانا منع ہے جب تک کہ منھ میں بو باقی ہو کیونکہ اس سے انسان اور فرشتے دونوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ اگر مسجد میں کوئی انسان نہ بھی ہو تب بھی ان چیزوں کا استعمال کر کے مسجد میں جانا درست نہیں کیونکہ وہاں رحمت کے فرشتے ہر وقت موجود رہتے ہیں انھیں تکلیف پہنچے گی۔

حضرت علامہ نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وَیُلْحَقُ بِالثُّوْمِ وَالْبَصَلِ وَالْکُرَّاثِ کُلُّ مَالَہٗ رَائِحَۃٌ کَرِیْھَۃٌ مِنَ الْمَاْکُوْلَاتِ وَغَیْرِھَا۔[۱] یعنی ہر

[۱] نووی مع مسلم، ج:۱، ص:۲۰۹۔

وہ چیز جس کی بو ناپسند ہو وہ پیاز، لہسن اور گندنا کے حکم میں داخل ہے۔ چاہے وہ کھانے والی چیزوں سے ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا مٹی کا تیل بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی بدبو ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں ''مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جب کہ اسکی بو بالکل دور کردی جائے''۔[۱] اور بہار شریعت حصہ سوم میں ہے کہ ''یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہو جیسے گندنا، مولی، کچا گوشت، مٹی کا تیل، وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے سے بو اڑتی ہے، ریاح خارج کرنا وغیرہ وغیرہ جس کو گندہ دہنی کا عارضہ ہو یا کوئی بدبودار زخم ہو یا کوئی دوا بدبودار لگائی ہو تو جب تک بو منقطع (ختم) نہ ہو اس کو مسجد میں آنے کی ممانعت ہے۔ یونہی قصاب اور مچھلی بیچنے والے اور کوڑھی اور سفید داغ والے اور اس شخص کو جو لوگوں کو زبان سے ایذا دیتا ہو مسجد سے روکا جائے گا''۔

مسجد میں مٹی کا تیل جلانے کی ایک صورت:

ہاں اگر کسی پاک مصالحہ کے ذریعہ مٹی کے تیل سے بو دور کردی جائے تو مسجد میں اس کا جلانا روا رہے گا۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ''ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو لونڈر کہتے ہیں ملانے سے اس کی بو بالکل جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس لونڈر میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شئ نہ ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں''۔[۲]

[۱] فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۵۹۸۔ [۲] فتاویٰ رضویہ، ج:۳، ص:۵۹۸۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا احتیاط:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ برسات کا زمانہ تھا رات کو ہوا کے تیز جھونکے سے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار بجھ جاتا تھا جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خارج مسجد دیا سلائی جلانے کا حکم تھا کیونکہ اس کے جلانے میں گندھک کی بو نکلتی تھی۔ لہٰذا اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے حاجی کفایت اللہ صاحب (جو حضور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خادم خاص تھے) نے یہ ترکیب کی کہ ایک لالٹین میں معمولی چار شیشے لگوا کر کچی میں ارنڈی[1] کا تیل ڈالا اور اس کو روشن کر کے حضور (اعلیٰ حضرت) کے ساتھ ساتھ لا کر مسجد کے اندر رکھ دیا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بدبودار تیل نہیں جلانا چاہئے۔ انھوں نے عرض کیا حضور! اس میں ارنڈی کا تیل ہے۔ فرمایا راہگیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس میں ارنڈی کا تیل ہے ہاں اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس میں مٹی کا تیل نہیں۔ ارنڈی کا تیل ہے اس میں مٹی کا تیل نہیں ارنڈی کا تیل ہے تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو بجھا کر مسجد کے باہر کر دیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج:۱ ص:۱۸۲)

مسائل :- (۱) رمضان المبارک میں عموماً لوگ افطاری سے فارغ ہونے کے بعد بیڑی سگریٹ یا حقہ وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں اور منہ میں بو ہوتے ہوئے مسجد میں جا گھستے ہیں یہ ناجائز ہے چاہئے یہ کہ پہلے منہ سے بو دور کر

۱ ارنڈ کے پھل کا بیج۔

لیں پھر مسجد میں جائیں۔ فتاویٰ رضویہ شریف جلد سوم میں ہے کہ منہ میں بو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کر لے۔ (۲) مسجد سے اتنا متصل بیت الخلاء و پیشاب خانہ بنانا کہ اس کی بو مسجد میں آئے شرعاً جائز نہیں۔ خواہ کسی کا ذاتی ہو یا مسجد کے نمازیوں کے لئے۔[1] (۳) مسجد سے اس قدر متصل پائخانہ یا پیشاب کرنا کہ اس کی چھینٹیں مسجد کی دیوار پر آئیں یا اس کی بو مسجد میں پہنچے منع ہے۔[2] (۴) گھاری وغیرہ بدبودار جگہ مسجد کے قریب اس طرح بنانا کہ اس کی بدبو مسجد میں پہنچے جائز نہیں کہ اس سے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے۔[3] (۵) جس شخص کا کپڑا پسینہ وغیرہ کی وجہ سے بدبو کر رہا ہو اسے بھی بدبو دور کئے بغیر مسجد میں جانے کی اجازت نہیں (۶) جو ادب مسجد کا ہے وہی مسجد کی چھت کا بھی ہے (غنیہ)

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا بیان

حدیث: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِى الْمَسْجِدِ فَلَیْسَ لَهٗ شَیْءٌ۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ ص:۱۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی میت کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تو اس کے لئے کچھ ثواب نہیں۔ یا اس کی نماز نہیں۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی، ناجائز اور گناہ ہے۔ چاہے میت

۱ فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲، ص:۳۷۲ ۔ ۲ ایضاً۔ ۳ ایضاً، ج:۲، ص:۳۶۰

مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتب میں یہ مسئلہ ایسا ہی مذکور ہے۔
مثلاً ہدایہ اولین ص:۱۸۱ میں ہے لَا یُصَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ فِیْ مَسْجِدِ
جَمَاعَةٍ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ
فَلَا اَجْرَ لَهٗ ۔ یعنی مسجد[1] جماعت میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اس لئے کہ
حضور نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز
جنازہ پڑھے اس کے لئے کوئی ثواب نہیں۔ اور موطا امام محمد ص:۱۶۹ میں ہے
قَالَ مُحَمَّدٌ لَا یُصَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ وَ كَذٰلِكَ بَلَغَنَا
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ۔ اور فتاویٰ رضویہ جلد چہارم
ص:۳۲ پر ہے "ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک مسجد میں جنازہ
مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ میت بیرون مسجد ہو۔ یہی ارجح واصح و مختار و ماخوذ ہے" نیز
اسی میں ص:۵۷ پر ہے "جنازہ مسجد میں رکھ کر اس پر نماز مذہب حنفی میں مکروہ
تحریمی ہے" مزید توثیق کے لئے ملاحظہ ہو بحر الرائق جلد دوم ص:۱۸۶، شرح
وقایہ جلد اول ص:۲۰۸، فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص:۱۳۵ اور بہار شریعت جلد
چہارم ص:۱۵۸ وغیرہا۔

لہٰذا بعض امصار و بلاد میں جو یہ رواج ہے کہ مسجد ہی میں نماز جنازہ پڑھ
لیتے ہیں یہ شرعی مسئلہ کے خلاف اور غلط ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ غلط رواج کو
ترک کر کے حدیث وفقہ پر عمل کریں کہ ان کی کامیابی و کامرانی کا راز اسی میں
پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

---

[1] مسجد جماعت سے مراد وہ مسجد ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں۔ اگرچہ اس میں پنج گانہ جماعت نہ ہوتی ہو۔ بہار شریعت، ج:۵، ص:۱۴۷۔

ہم مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتے:

حامل شریعت و طریقت، عالم حق گو و حق بیاں حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی
جلال الدین احمد صاحب امجدی مدظلہ کی ذات گرامی میدان علم و عمل، تصنیف و
افتاء اور درس و تدریس میں محتاج تعارف نہیں۔ ایک مرتبہ آپ سے مسجد میں نماز
جنازہ پڑھانے کیلئے کہا گیا تو آپ نے انکار کر دیا اور مسجد میں نماز جنازہ نہیں
پڑھایا۔ چنانچہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سال محرم میں بمبئی والوں کی
دعوت پر میں قریش نگر کرلا میں وعظ کہہ رہا تھا۔ دوران تقریر مجھے خبر دی گئی کہ
فوجدار سیٹھ کا انتقال ہو گیا۔ شخص مذکور میرا بڑا مخلص تھا۔ جنازہ غسل و کفن کے بعد
کرلا محلہ کی ایک مسجد میں رکھا گیا اور مجھے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے لے
جایا گیا۔ جب مجھ سے مسجد کی طرف مڑنے کے لئے کہا گیا تو میں نے کہا ادھر
کہاں؟ تو لوگوں نے کہا جنازہ اسی مسجد میں پڑھنا ہے۔ ہم نے کہا جنازہ مسجد
میں پڑھنا جائز نہیں، ہم وہاں نہیں پڑھ سکتے جنازہ باہر لائیے۔ لوگوں نے کہا
بمبئی میں سب مولانا مسجد میں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں ہم نے کہا ہم مسجد میں نماز
جنازہ نہیں پڑھا سکتے جو لوگ پڑھاتے ہیں وہ ناجائز کرتے ہیں کچھ لوگوں نے کہا
کہ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ، سید العلماء حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب قبلہ
اور محبوب العلماء حضرت مولانا مفتی محبوب علی خاں صاحب قبلہ (علیہم الرحمہ)
مسجد میں نماز جنازہ پڑھاتے رہے اور آپ ناجائز کہتے ہیں۔ ہم نے کہا آپ
لوگ بڑی بڑی شخصیتوں کا نام لے کر ہم کو دبانے کی کوشش مت کیجئے ہم
کہاں تحقیق کرنے جائیں کہ یہ حضرات پڑھاتے تھے یا نہیں؟ آپ لوگ دو

باتوں میں سے ایک بات کیجئے یا تو مجھ سے فقہ کی معتبر کتابوں میں ناجائز دیکھ لیجئے اور یا تو آپ لوگ جائز دکھا دیجئے باقی ہم کوئی تیسری بات دیکھنے کیلئے تیار نہیں۔ غرضیکہ ہم کسی طرح نماز جنازہ مسجد میں پڑھانے کے لئے تیار نہ ہوئے تو بالآخر جنازہ مسجد کے باہر لایا گیا پھر ہم نے نماز پڑھی۔

(خطبات محرم ص:۵۰۰ تا ۵۰۲ ملخصاً)

ایک سوال اور اس کا جواب:

اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ وممنوع ہے تو پھر خانہ کعبہ اور مسجد نبوی شریف میں نماز کیوں ہوتی ہے؟ وہاں بھی نہیں ہونی چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی شریف میں نماز جنازہ بر بنائے مذہب امام شافعی علیہ الرحمہ ہوتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔[1]

انتباہ:- جنازہ کی نماز عیدگاہ کے احاطہ اور مدرسہ میں پڑھی جاسکتی ہے۔ (فتاوئ فیض الرسول ج:۱، ص:۴۴۶ بحوالہ طحطاوی علی مراقی)

مسجد میں جوتے کہاں رکھیں؟

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعْ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهٖ وَلَا عَنْ يَسَارِهٖ فَتَكُونَ عَنْ يَمِينِ غَيْرِهٖ إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَنْ يَسَارِهٖ أَحَدٌ

[1] فتاوئ رضویہ، ج:۳، ص:۸۳۔

وَلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ۔ (ابوداؤد ج:۱، ص:۹۶)

تم میں کا کوئی جب نماز پڑھے تو جوتوں کو اپنے داہنے نہ رکھے اور نہ بائیں کہ دوسرے کے داہنے ہوں ہاں مگر جب اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو اور چاہئے کہ دونوں قدموں کے درمیان رکھے۔

مسائل: (۱) مسجد کے باہر کوئی جگہ جوتا رکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں۔ اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑ کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہوں، نہ دوسرے نمازی کے۔ نہ اپنے داہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ اس سے قطع صف ہو۔ اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں[1] (۲) جو لوگ جوتیاں مسجد کے اندر لے جاتے ہیں ان کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر نجاست لگی ہو تو صاف کر لیں اور جوتا پہنے مسجد میں چلے جانا سوئے ادب (بے ادبی) ہے۔ (ردالمحتار، بہار)

گم شدہ چیز کو مسجد میں تلاش کرنے کا بیان:

اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ مسجد میں ہرگز تلاش نہ کرے اور بآواز بلند لوگوں سے نہ پوچھے کہ منع ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث: مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا۔ (مسلم شریف ج:۱، ص:۲۱۰۔ ابن ماجہ ص:۵۶۔ مشکوٰۃ ص:۶۸)

[1] فتاوئ رضویہ، ج:۳، ص:۶۰۱، فتاوئ امجدیہ، ج:۱، ص:۲۶۵۔

جو کسی کو مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتے سنے تو کہے کہ خدائے تعالیٰ اس کو تیرے پاس نہ لوٹائے کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی گئیں۔

مسائل : (۱) مسجد میں گمشدہ چیز تلاش کرنا اور لوگوں سے پکار پکار[1] کر دریافت کرنا منع ہے۔ (۲) لیکن اگر کوئی چیز مسجد میں چھوٹ جائے تو اس کو لینے کے لئے ضرور آدمی جا سکتا ہے اور اپنی چیز مسجد سے لا سکتا ہے۔ ایسا نہیں کہ اگر مسجد میں کوئی چیز رہ جائے تو اب اس کو وہاں سے لانا ممنوع ہے۔ ایسا نہیں بلکہ لا سکتا ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ ج:۱، ص:۲۶۹)۔ (۳) مجمعوں یا مساجد میں اکثر جوتے بدل جاتے ہیں ان کا کام میں لانا جائز نہیں۔ ہاں اگر یہ (جوتے) کسی فقیر کو اگرچہ اپنی اولاد کو تصدق (صدقہ) کردے پھر وہ اسے ہبہ کردے تو تصرف (کام) میں لا سکتا ہے۔ (۴) اس کا اچھا جوتا کوئی اٹھا لے گیا اور اپنا خراب چھوڑ گیا کہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قصداً ایسا کیا ہے دھوکے سے نہیں ہوا ہے تو جب یہ شخص خراب جوڑا اٹھا لایا اس کو پہن سکتا ہے کہ یہ اس کا عوض (بدلہ) ہے۔ (بہار شریعت ج:۱۰-ص:۱۳)

[1] نشد ینشد۔ آواز دے کر پوچھنا۔ المنجد، ص:۱۰۱۵

مسجد میں تعلیم و تعلّم

بعض جگہ بچوں کو مسجد ہی میں تعلیم دی جاتی ہے لہٰذا مناسب ہوگا کہ اس سے متعلق مسائل بھی تحریر کر دیئے جائیں تاکہ بمطابق شرع و سنت اس عمل کو انجام دیا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ الآیہ۔

(پارہ:۱ رکوع:۱۴)

اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لئے جانے سے۔

مفسر شہیر حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں علیہ رحمۃ الرحمن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ یہاں بجائے نماز کے ذکر فرمایا کیوں کہ ذکر اللہ میں بہت چیزیں داخل ہیں نماز، درود شریف، تلاوت قرآن مجید، مجلس وعظ، محفل میلاد شریف، نعت خوانی، دینی تعلیم وغیرہ۔[1] اور حدیث شریف میں ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِی الصُّفَّۃِ فَقَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ یَّغْدُوَ کُلَّ یَوْمٍ اِلٰی بُطْحَانٍ اَوْ اِلَی الْعَقِیْقِ فَیَاْتِیَ مِنْہُ بِنَاقَتَیْنِ کَوْمَاوَیْنِ فِیْ غَیْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطْعِ رَحِمٍ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ

[1] تفسیر نعیمی جلد اول، ص:۷۵۰۔

اللّٰہِ نُحِبُّ ذَالِکَ قَالَ اَفَلَا یَغْدُوْ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیُعَلِّمُ اَوْیَقْرَأُ آیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَّاَرْبَعٌ خَیْرٌ مِّنْ اَرْبَعٍ وَّمِنْ اَعْدَادِھِنَّ مِنَ الْاِبِلِ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلے اور ہم صفہ (نشست گاہ) میں تھے تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون چاہتا ہے کہ روزانہ صبح کو بطحان یا عقیق کو جائے (یہ دونوں مدینہ شریف کے بازار تھے) اور وہاں سے دو اونٹنیاں بڑے بڑے کوہان والی لائے بغیر کسی گناہ کے اور بغیر اس کے کہ کسی رشتہ دار کی حق تلفی کرے۔ تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم سب اس کو چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا پھر کیوں نہیں جاتا تم میں کا ہر ایک مسجد کو اور کیوں نہیں سکھاتا یا کیوں نہیں پڑھتا دو آیتیں کتاب اللہ کی جو بہتر ہوں اس کے لئے دو اونٹنیوں سے اور تین آیتیں بہتر ہیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں بہتر ہیں چار اونٹنیوں سے۔ اسی طرح جتنی آیتیں ہوں اتنی ہی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ (مسلم جلد اول ص: ۲۷۰، ابوداؤد جلد اول ص: ۲۰۵)

مسائل: مسجد کے اندر علم دین کی تعلیم فی نفسہ جائز ومباح ہے جیسا کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ اور حدیث شریف سے واضح ہے۔ مگر مطلقاً نہیں بلکہ ان شرطوں کے ساتھ کہ

(۱) بچے بڑے، سمجھدار اور مسجد کے آداب واحترام سے واقف کار ہوں تو ایسے بچوں کو مسجد میں غیر اوقات نماز میں تعلیم دینے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ مسجد کی بے حرمتی نہ کریں اور معلم بھی سنی صحیح العقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اجرت پر تعلیم نہ دیتا ہو کہ اجرت پر تعلیم دینا دنیاوی کام ہے جو مسجد میں درست نہیں۔

لِاَنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِھٰذَا۔

(۲) اور اگر بچے چھوٹے ناسمجھ ہوں جو مسجد کے ادب واحترام سے بالکل نابلد ہیں تو انہیں مسجد میں پڑھانا منع ہے۔ بلکہ انہیں مسجد میں جانے کی بھی اجازت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَ مَجَانِیْنَکُمْ۔[1]

(۳) اسی طرح درزی کو اجازت نہیں کہ مسجد میں بیٹھ کر اجرت پر کپڑے سئے۔ ہاں اگر بچوں کو روکنے اور مسجد کی حفاظت کے لئے بیٹھا تو حرج نہیں۔ یوں ہی کاتب کو مسجد میں بیٹھ کر لکھنے کی اجازت نہیں جب کہ اجرت پر لکھتا ہو اور بغیر اجرت لکھتا ہو تو اجازت ہے جب کہ کتاب کوئی بری نہ ہو۔[2]

(۴) اجرت پر تعویذ لکھنے کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے کہ یہ کار دنیا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ عوض مالی پر تعویذ دینا بیع ہے اور مسجد میں بیع وشراء ناجائز ہے۔ لہٰذا بعض جگہ جو یہ رواج ہے کہ مسجد ہی میں تعزیہ وغیرہ بناتے ہیں یہ ناجائز وحرام ہے۔ یوں ہی بعض جگہ مشاہدہ میں یہ بات آئی کہ مسجد میں کسی کتاب یا رسالہ کا اعلان ہوا اور وہیں خرید فروخت بھی شروع کر دیا۔ یہ بھی منع ہے اس سے اجتناب کریں۔ فاللّٰہ الھادی الیٰ سبیل الرّشاد۔

---

[1] ابن ماجہ ص: ۵۳۔ [2] اشباہ ونظائر ص: ۳۷۰۔ بہار شریعت ج: ۳ ص: ۱۸۵۔

مسجد میں کھانے پینے اور سوال کرنے کا بیان

صحیح اور راجح یہی ہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں کھانے، پینے اور سونے وغیرہ کی اجازت نہیں ہے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم کیوں کہ مسجدیں ان کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَابُنِیَتْ لَهٗ[1] وَفِیْ اُخْرٰی لِلذِّکْرِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ۔[2] یعنی مسجدیں ان کیلئے بنائی گئی ہیں۔ مسجدیں ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لئے بنائی گئیں ہیں۔

لہٰذا اگر کسی کو (خواہ مسافر ہو یا مقیم) مسجد میں کھانے پینے وغیرہ کی ضرورت پڑ ہی جائے تو اس کے بابت حکم یہ ہے کہ وہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو اور پہلے کچھ ذکر واذکار کرے پھر مسجد میں کھا پی سکتا ہے۔ فتاویٰ سراجیہ ص:۲۷۵ میں ہے۔ یُکْرَہُ النَّوْمُ وَالْاَکْلُ فِیْهِ لِغَیْرِ الْمُعْتَکِفِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّفْعَلَ ذَالِكَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّنْوِیَ الْاِعْتِکَافَ فَیَدْخُلُ فِیْهِ وَیَذْکُرُ اللّٰهَ تَعَالٰی بِقَدْرِ مَانَوٰی وَ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ۔ یعنی مسجد میں سونا اور کھانا غیر معتکف کے لئے ناپسندیدہ ہے اور جب ایسا کرنا چاہے تو مناسب ہے کہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو اور جس قدر ہو سکے اللہ عزوجل کا ذکر کرے، نماز پڑھے پھر (سونا، کھانا وغیرہ) جو چاہے کرے۔

حکایت: ایک مرتبہ حضرت (سرکار مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

[1] ابن ماجہ، ص:۵۶۔ [2] مسلم، ج:۱، ص:۱۳۸۔

ایک مشہور عالم صاحب کے ساتھ بنگال کے ضلع ہوگلی کے ایک قصبہ بانس بڑیا میں تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں نے ان دونوں حضرات کو مسجد ہی میں ٹھہرایا۔ کچھ دیر بعد ناشتہ لے کر آ گئے دوسرے عالم صاحب نے تو مسجد ہی میں ناشتہ شروع کر دیا مگر حضرت نے یہ فرمایا کہ مسجد میں عبادت کے سوا کوئی دنیوی کام یا کھانا پینا جائز نہیں۔ ہاں اگر اعتکاف کی نیت کر لی ہو تو حرج نہیں۔ لیکن میں نے اعتکاف کی نیت نہیں کی تھی لہٰذا میں خارج مسجد ناشتہ کروں گا اور حضرت نے بعد میں امام صاحب کے چھوٹے سے حجرے میں بیٹھ کر ناشتہ کیا۔[1]

ضروری انتباہ: یہ حکم اگرچہ عام ہے ہر ایک کیلئے مگر رمضان المبارک میں مساجد میں افطاری کرنے والے لوگ مندرجہ بالا باتوں پر خصوصی توجہ دیں۔ نیز جو لوگ وضو کے بچے ہوئے پانی کو غفلت سے حصہ مسجد میں کھڑے ہو کر پی لیتے ہیں۔ یا مسجد میں تقسیم ہونے والی شیرنی وغیرہ کو مسجد میں ہی کھانا پینا شروع کر دیتے ہیں وہ بھی ان باتوں کا خاص خیال رکھیں کہ اعتکاف کی نیت کر کے ہی ایسا کریں۔ ورنہ پرہیز کریں۔

رہی بات مسجد میں سوال کرنے اور مانگنے کی تو اس سلسلے میں حکم یہ ہے کہ اگر سوال کرنے میں کسی قسم کا شور وشغب، نمازیوں کی نماز میں خلل یا لوگوں کی گردنیں پھلانگنا وغیرہ ممنوعات کا ارتکاب لازم آتا ہے تو بایں ہمہ مسجد میں سوال کرنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ چاہے اپنے لئے سوال کرے یا غیر کے لئے۔ اور ایسے سائل کو دینا بھی منع ہے۔ بلکہ بعض علما فرماتے ہیں کہ مسجد کے سائل کو اگر ایک پیسہ دیا تو ستر پیسے اور خیرات کرے کہ اس ایک پیسہ کا کفارہ ہو۔ مولیٰ علی رضی اللہ

[1] رسالہ مفتی اعظم ہند، ص:۷۱۔ مرتبہ مولانا عبدالنعیم عزیزی۔

تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو عرفہ کے دن عرفات میں سوال کرتے دیکھا تو اسے درے لگائے اور فرمایا کہ اس دن میں اور ایسی جگہ غیر خدا سے سوال کرتا ہے۔[1]

لیکن اگر یہ باتیں نہ ہوں تو کسی دینی امر مثلاً مسجد، مدرسہ یا کسی محتاج وغیرہ کی امداد کیلئے مسجد میں چندہ کرنا جائز ہے۔ بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ مگر اپنے لئے نہیں کرسکتا۔[2]

مسجد میں وضو اور غسل کرنے کا بیان

مسجد میں وضو اور غسل کرنا حرام ہے۔ مگر تین صورتوں میں۔ اول یہ کہ مسجد میں کوئی جگہ وضو و غسل کے لئے ابتدا ہی سے بانی مسجد نے قبل تمام مسجدیت بنادیا ہو جس میں نماز نہیں ہوتی ہے تو اس میں وضو و غسل کرسکتے ہیں۔ یہ اجازت معتکف اور غیر معتکف دونوں کے لئے ہے۔ دوم یہ کہ معتکف مسجد میں طشت (لگن) وغیرہ کسی بڑے برتن میں اس طرح وضو یا غسل کرے کہ کوئی چھینٹ بھی فرش مسجد پر نہ گرنے پائے۔ سوم یہ کہ لحاف، گدا وغیرہ کسی دبیز کپڑے کو بچھا کر اس پر اس طرح وضو یا غسل کرے کہ نہ تو کوئی چھینٹ فرشِ مسجد پر پڑے اور نہ ہی پانی اس کپڑے سے چھن کر مسجد کی فرش تک پہنچے۔ خیال رہے کہ اخیر کی دونوں صورتوں کی اجازت صرف معتکف کے لئے ہے۔[3]

---

[1] بہار شریعت، ج:۵، ص:۷۷۔ [2] احکام شریعت، ج:۱، ص:۱۱۳۔ فتاوی رضویہ جلد دہم۔ ایضاً، ج:۶، ص:۴۳۶۔ [3] فتاوی رضویہ، ج:۱، ص:۶۳۹۔ ایضاً، ج:۶، ص:۳۹۲۔

ایک واقعہ:

ایک مرتبہ حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ بحالتِ اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے، رات کا وقت، جاڑے کا زمانہ اور اس پر دیر سے شدید بارش مسلسل ہورہی تھی۔ حضور کو نماز عشاء کے لئے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی تو موجود مگر بارش میں کس جگہ بیٹھ کر وضو کیا جائے۔ بالآخر مسجد کے اندر لحاف، گدے کی چار تہہ کرکے اس پر وضو کیا اور ایک قطرہ بھی فرش مسجد پر نہ گرنے دیا، اور پوری رات جاڑوں کی اور اس پر باد و باراں (آندھی، پانی) کا طوفان یوں ہی ٹھٹھر ٹھٹھر کر کاٹ دی۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنِ الْاِسْلَامِ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

(فتاویٰ رضویہ اول، ششم، حیات اعلیٰ حضرت ج:۱-ص:۱۷۹)

انتباہ: (۱) اگر کوئی شخص مسجد میں سویا ہو اور نہانے کی ضرورت پڑ جائے تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کرکے نکل آئے۔ تاخیر حرام ہے۔ (بہار)

(۲) صحن مسجد بھی مسجد ہے لہٰذا اس میں بھی وضو و غسل جائز نہیں۔ موسم باراں میں بعض لوگ بوقت بارش اگرچہ ہلکی ہو صحن ہی میں وضو شروع کردیتے ہیں یہ ناجائز و حرام ہے۔

(۳) بہتر یہ ہے کہ گھر ہی سے وضو کرکے مسجد کو جائیں کہ اس میں چند فائدے ہیں۔ اول یہ کہ قدم قدم پر نیکیاں لکھی جائیں گی۔ دوسرے گناہ مٹیں گے۔ تیسرے مسجد کے وضوخانہ میں وضو کرنے کی صورت میں بہت ممکن ہے کہ آب وضو

عضو سے ٹپک کر فرش مسجد پر گرے جس سے کہ مسجد کا بچانا واجب ہے اور گھر وضو کر لینے میں یہ خوف نہیں۔ چوتھے باوضو مسجد جانے کی صورت میں فوراً نماز تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو سکیں گے۔

مسائل اذان واقامت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صرف ثواب کی غرض سے سات برس اذان کہے اس کیلئے دوزخ سے نجات لکھی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص: ۶۵)

واضح رہے کہ اذان پر احادیث میں جو ثواب ارشاد ہوئے وہ انہیں کیلئے ہے جو اجرت نہیں لیتے خالصاً للہ اس خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ ہاں اگر لوگ بطور خود موذن کو صاحب حاجت سمجھ کر کچھ دیدیں تو یہ بالاتفاق جائز بلکہ بہتر ہے اور یہ اجرت نہیں (غنیۃ) جب کہ المعہود کالمشروط کی حد تک نہ پہنچ جائے۔[1] نیز خیال رہے کہ اذان کہنے کا اہل وہ شخص ہے جو اوقات نماز پہچانتا ہو۔ اور اگر وقت نہ پہچانتا ہو تو اس ثواب کا مستحق نہیں جو موذن کے لئے ہے۔[2]

مسئلہ: یعنی اذان کہنے کی جگہ۔ اذان حدود مسجد سے خارج کسی بلند جگہ سے ہونی چاہئے کیوں کہ مسجد کے اندر اذان دینے کو فقہائے کرام مکروہ و ممنوع بتاتے ہیں۔ اور یہ حکم عام ہے ہر اذان کو خواہ وہ پنج وقتی اذان ہو یا اذان جمعہ۔ کیونکہ فقہ کی کسی بھی معتبر اور مستند کتاب میں اذان خطبہ کا اس حکم سے استثناء

۱ بہار بحوالہ رضا۔ ۲ ایضاً۔

مذکور نہیں۔ البتہ خطبہ کی اذان میں اتنا زائد ہے کہ خطیب کے سامنے[1] ہو اس لئے کہ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جمعہ کے روز جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی۔ اور ایسا ہی حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی رائج تھا۔

غلط فہمی کا ازالہ:

(۱) بعض جگہ جو یہ رواج ہے کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر متصل منبر ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے پر دی جاتی ہے یہ غلط ہے شرع مطہر میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ حدیث وفقہ دونوں کے خلاف ہے۔

(۲) مسجد کے جس جانب نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو اسی جانب سے اذان دینا بہتر ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے اَلسُّنَّةُ اَنْ يُّؤَذِّنَ فِىْ مَوْضَعٍ عَالٍ يَكُوْنُ اَسْمَعُ لِجِيْرَانِهٖ۔ یعنی سنت یہ ہے کہ اذان ایسی بلند جگہ سے کہی جائے کہ پڑوس والوں کو خوب سنائی دے۔ لہٰذا یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ اذان بائیں طرف ہونی چاہئے بالکل غلط ہے۔

مسجد میں اذان کہنا عقلِ سلیم کے بھی خلاف:

مسجد میں اذان کہنا تقاضائے عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔ کیوں کہ دنیاوی

۱ لیکن اگر مسجد کے باہر کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں موذن خطیب کے محاذات میں اذان دے سکے تو صرف خارج مسجد والی سنت پر عمل کرے یعنی اذان مسجد کے باہر دے اور محاذات خطیب والی سنت سے درگذر کرے (فتاویٰ رضویہ ج:۳، ص:۷۳۱)۔

کچہریوں کا عام دستور ہے کہ چپراسی مدعی اور مدعیٰ علیہ کو حاضری کمرہ کے باہر سے پکارتا ہے۔ اندر سے ہی نہیں آواز دیتا ہے کیوں کہ اس میں دربار کی ایک طرح سے توہین ہے لہٰذا اگر اندر سے ہی پکارے گا تو بے ادب اور گستاخ قرار پائے گا۔ اسی طرح مسجد بھی خدائے ذوالجلال کا گھر اور اس کا دربار ہے لہٰذا اس میں بھی کھڑے ہو کر نمازیوں کو آواز دینا اور انہیں پکارنا دربار خداوندی کی سخت توہین اور شدید بے ادبی ہے[1] اس لئے مسجد کے اندر اذان کہنا ممنوع اور عقل سلیم و طبع مستقیم کے خلاف ہے۔

مسائل : (۱) اگر بانی مسجد نے مسجد بناتے وقت تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ خواہ کوئی بلند جگہ بنا دیا تو یہ جائز ہے۔ اور اتنا ٹکڑا اذان کیلئے جدا سمجھا جائے گا۔ اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں عارض نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳-ص:۳۷۷)

(۲) اقامت بلند جگہ یا مسجد سے باہر ہونا سنت نہیں۔ (بحوالہ درمختار وغیرہ)

(۳) اقامت امام کی محاذات (مقابل) میں کہی جائے یہی سنت ہے، وہاں جگہ نہ ملے تو دہنی طرف لفضل الیمین علی الشمال ورنہ بائیں طرف لحصول المقصود بکل حال۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۲-ص:۴۰۳)

(۴) جب اذان ہو تو اتنی دیر کیلئے سلام، کلام (گفتگو) اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کردے (یعنی روک دے) اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے۔ یوں ہی اقامت میں۔ (درمختار) جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے اس پر معاذ اللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔ (بہار شریعت ج:۳-ص:۳۶)

[1] فتاویٰ رضویہ، ج:۳،ص:۴۶۷ میں ہے کہ اس میں ترک ادب بارگاہ الٰہی ہے۔۱۲

مسجد کسی انسان کی ملک نہیں

مساجد کسی انسان کی ملک نہیں ہوتیں کیوں کہ مسجد ہونے کے لئے زمین کا وقف[1] ہونا ضروری ہے تاکہ وہ خالص اللہ عزوجل کے لئے ہو جائے غیر کا اس میں کوئی حق باقی نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاریت یا اجرت کی زمین پر اگر مسلمان نماز پڑھتے ہوں تو شریعت میں اسے مسجد کا حکم نہیں دیا جاتا ہے کہ وہ خالص للہ نہیں ہے اور مسجد کا خالصاً للہ ہونا ضروری ہے رب تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ۔ یعنی مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ اور وقف ہو جانے کے بعد شئی موقوف کسی انسان کی ملک نہیں ہو سکتی۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۵۳ میں ہے "جائداد ملک ہو کر وقف ہو سکتی ہے۔ مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہو سکتی"۔ اسی لئے مال وقف میں تصرف مالکانہ ناجائز وحرام ہے۔

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر نعیمی جلد دوم ص: ۲۹۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "عرفات، مزدلفہ اور مسجد وغیرہ کی زمینیں کسی کی ملک نہیں، بادشاہ بھی فقیر کو کہیں سے نہیں ہٹا سکتا"[2]۔

حکایت : مشہور ہے کہ ایک دفعہ سلطان ہارون رشید نے اپنی بیوی زبیدہ خاتون سے کہا کہ اگر تو آج شام تک میری سلطنت سے باہر نہ نکل جائے تو تجھے طلاق۔ بعد میں سلطان بہت پچھتائے اور زبیدہ بھی پریشان ہوئیں۔ کیوں

[1] وقف کا معنی یہ ہے کہ کسی شئی کو اپنی ملک سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی ملک کر دینا اس طرح کہ اس کا نفع بندگان خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔ بہار شریعت، ج:۱۰،ص:۳۶۔

[2] تفسیر نعیمی، ج:۲،ص:۲۹۹۔

کہ اس زمانے میں تیز سواریاں نہ تھیں اور ان کی سلطنت مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زبیدہ کو فرمایا کہ تو مسجد میں چلی جا کہ وہاں سلطان کی بادشاہت نہیں۔ سلطان نے امام پر زر و جواہر نچھاور کئے۔ (تفسیر نعیمی)

ہدایت: بعض لوگ مسجدوں میں نماز کے لئے جگہ مقرر کر لیتے ہیں اور ہمیشہ وہیں نماز پڑھتے ہیں بہار شریعت ج:۲-ص:۱۷۴ میں اسے مکروہ بتایا ہے۔ لہٰذا اس سے پرہیز کریں۔

مساجد کے درجات و مراتب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِیْ بَیْتِهٖ بِصَلٰوةٍ وَّصَلٰوتُهٗ فِی مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَ عِشْرِیْنَ صَلٰوةً وَ صَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُجَمَّعُ فِیْهِ بِخَمْسِ مِأَةِ صَلٰوةً وَصَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَ صَلٰوتُهٗ فِی مَسْجِدِیْ بِخَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَ صَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِأَتِهٖ اَلْفِ صَلٰوةٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

مرد کی نماز اپنے گھر میں ایک نماز ہے اور قبیلے کی مسجد میں پچیس نمازیں اور جس مسجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اس میں ایک نماز پانچ سو نمازیں اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پچاس ہزار نمازیں اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز پچاس ہزار نمازیں اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں۔ اسے ابن ماجہ نے

روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص:۷۲)

حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ ہر مسجد کا مرتبہ و مقام ایک جیسا نہیں بلکہ بعض مساجد شرف و فضیلت میں بعض دوسری پر فوقیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ سب سے بڑا رتبہ مسجد حرام (کعبہ شریف) کا ہے جو تمام مساجد عالم کا قبلہ اور مرکز ہے۔ اس کے بعد مسجد نبوی شریف کا پھر مسجد بیت المقدس کا پھر جامع مسجد کا۔ پھر محلّہ کی مسجد کا پھر مسجد شارع کا۔ بعدہ مسجد بیت کا۔

الاشباہ والنظائر، ص:۳۷۱ میں ہے اَعْظَمُ الْمَسَاجِدِ حُرْمَةً اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ ثُمَّ مَسْجِدُ الْمَدِیْنَةِ ثُمَّ مَسْجِدُ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ ثُمَّ الْجَوَامِعُ ثُمَّ مَسَاجِدُ الْمَحَالِّ ثُمَّ مَسَاجِدُ الشَّوَارِعِ ثُمَّ مَسَاجِدُ الْبُیُوْتِ یعنی سب سے زیادہ عظمت والی مسجد مسجد حرام شریف ہے۔ پھر مسجد نبوی شریف، پھر مسجد بیت المقدس، پھر جامع مسجدیں، پھر محلّہ کی مسجدیں پھر مسجد شارع پھر مسجد بیت۔

اور حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب قبلہ نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "یوں تو ہر مسجد ہی حرمت والی ہے کہ وہاں جنبی، حائضہ کو داخل ہونا حرام ہے، گندے، بدبودار شخص کو آنا ممنوع ہے۔ مگر مسجد بیت اللہ (مسجد حرام) کی حرمت بہت زیادہ ہے چند وجہ سے (۱) یہ کہ یہ جگہ آدم علیہ السلام کی عبادت گاہ ہے۔ اور کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر۔ عمارت کی عزت تعمیر کرنے والے کی عظمت سے ہوتی ہے۔ (۲) یہ کہ یہ مسجد حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد و عبادت گاہ خاص ہے۔ (۳) یہ کہ مطاف شریف میں تقریباً چار سو پیغمبر علیہم السلام کے مزارات ہیں۔ (۴) یہ کہ حطیم کعبہ میں حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل علیہما السلام کے مزارات ہیں۔ (۵) یہ کہ یہ مسجد اپنی وسعت میں کعبۃ اللہ شریف کو

لئے ہوئے ہے۔ (تفسیر نعیمی ج:۲-ص:۲۵۹)

سامانِ مسجد اور اس کے اَحکام

شَرْطُ الْوَاقِفِ کَنَصِّ الشَّارِعِ اَیْ فِیْ وُجُوْبِ الْعَمَلِ بِہٖ.

واقف کی شرط نص شارع علیہ السلام کی طرح واجب العمل ہے۔ (الاشباہ والنظائر ص:۱۹۵)

اس قاعدۂ کلیہ شرعیہ کا واضح مطلب یہ ہے کہ وقف کرنے والے نے جس غرض کے لئے شی کو وقف کیا ہے اس کے غیر میں شئی موقوف کا استعمال ہرگز درست نہیں ہے۔ اور اگر غرض وقف کی تصریح نہ معلوم ہو تو متولیوں کے قدیم معمول کا لحاظ ہوگا۔ بناء علیہ (۱) وقف مسجد کی آمدنی مدرسہ میں صرف ہونی تو درکنار دوسری مسجد میں بھی صرف نہیں ہوسکتی۔ نہ ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ میں۔[1] یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسری میں نہیں تو اس کے لوٹے اُس میں بھیجنے کی اجازت نہیں۔[2] (۲) مسجد کی چٹائی اور فرش وغیرہ عیدگاہ میں استعمال کرنا ناجائز وگناہ[3] ہے۔ (۳) مسجد بنائی اور کچھ سامان اور لکڑیاں، اینٹیں وغیرہ بچ گئیں تو یہ چیزیں عمارت ہی میں صرف کی جائیں۔ ان کو فروخت کر کے تیل، چٹائی میں صرف نہیں کرسکتے۔ (بہار شریعت ج:۱۰-ص:۵۷) (۴) مسجد ویران ہوگئی کہ وہاں لوگ رہے نہیں تو اس کا سامان دوسری مسجد کو منتقل کردیا جائے۔ (بہار شریعت ج:۱۰-ص:۴۲)

[1] فتاوٰی رضویہ، ج:۶، ص:۳۶۸۔ [2] ایضاً، ج:۶، ص:۳۸۳۔ [3] ایضاً، ج:۶، ص:۴۵۵ لیکن اگر واقف نے عند الوقف یہ کہہ دیا ہو کہ اسے عیدگاہ میں بھی استعمال کرنے کی اجازت ہے تو جائز رہے گا۔

(۵) مسجد کے لئے چندہ کیا اور اس میں سے کچھ رقم اپنے صرف میں لایا اگرچہ یہی خیال ہے کہ اس کا معاوضہ اپنے پاس سے دے گا جب بھی خرچ کرنا ناجائز ہے۔ پھر اگر یہ معلوم ہے کہ کس نے وہ روپیہ دیا تھا تو اسے تاوان (جرمانہ) دے۔ یا اس سے اجازت لے کر مسجد میں تاوان صرف کرے۔ اور اگر معلوم نہ ہو کہ کس نے دیا تھا تو قاضی کے حکم سے مسجد میں تاوان صرف کرے۔ اور خود بغیر اذنِ قاضی مسجد میں اس تاوان کو صرف کردیا تو امید ہے کہ اس کے وبال سے بچ جائے۔ (بہار شریعت بحوالہ خانیہ)

(۶) تعمیر مسجد سے کوئی چیز بچ رہی تو اسے بیچ کر اس کی قیمت اسی مسجد کی تعمیر ومرمت کے لئے محفوظ رکھیں یہ جائز ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج:۶-ص:۴۸۵)

(۷) مسجد کا (مائک) فرش، چٹائی، دری وغیرہ اگر کرایہ پر دینے کے لئے وقف ہوں تو متولی (اور وہ نہ ہو تو اہل محلہ کرایہ پر) دے سکتا ہے۔ مگر وہ جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کے لئے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا حرام لینا حرام۔ کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی (اسی غرض میں وہ استعمال ہوسکتی ہے) دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدے کی ہو .... ہاں اگر مسجد کو حاجت ہو مثلاً مرمت کی ضرورت ہے اور روپیہ نہیں تو بمجبوری اس کا مال اسباب اتنے دنوں کرایہ پر دے سکتے ہیں جس میں وہ ضرورت رفع (پوری) ہوجائے۔ جب ضرورت نہ رہے پھر ناجائز ہوجائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج:۶-ص:۴۵۵)

(۸) مسجد کی اشیاء مثلاً لوٹا، چٹائی وغیرہ کو کسی دوسری غرض میں استعمال نہیں کرسکتے۔ مثلاً لوٹے میں پانی بھر کر اپنے گھر نہیں لے جاسکتے۔ اگرچہ یہ

ارادہ ہو کہ پھر واپس کر جاؤں گا (اسی طرح مسجد کا لوٹا استنجاء پائخانہ کو بھی لے جانا درست نہیں ہے) اس کی چٹائی اپنے گھر یا کسی دوسری جگہ بچھانا ناجائز ہے۔ یوں ہی مسجد کے ڈول رسی سے اپنے گھر کے لئے پانی بھرنا یا کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بے موقع اور بے محل استعمال کرنا ناجائز ہے۔ (بہار شریعت ج:۱۰-ص:۷۴)

حکایت: حضرت علامہ مفتی خلیل احمد خان صاحب قبلہ برکاتی علیہ الرحمۃ نہایت متقی و پرہیز گار تھے۔ آپ خود بھی احکام شریعت کے پابند تھے اور اپنے تلامذہ و متعلقین کو بھی سخت تنبیہ فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حجام بال بنانے آیا تو مدرسہ میں پانی نہ تھا۔ حجام نے کہا میں مسجد سے پانی لے آتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں مسجد کا پانی مسجد میں استعمال کرنا چاہئے اس لئے تم مسجد سے پانی نہ لاؤ، بلکہ کل آنا کل مدرسہ میں پانی ہوگا۔

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اپریل ۱۹۹۶ء، ص:۲۸)

(۹) مکان میں مسجد سے گرم پانی لے جانا حرام ہے اگرچہ وضو کے لئے لے جائے۔ (الملفوظ ج:۴-ص:۱۲)

(۱۰) مسجد کی کوئی چیز لاکھ روپے کی چرالے شریعت ہاتھ نہ کاٹے گی بلکہ سزائے تازیانہ کا حکم ہے۔

(۱۱) زمین مسجد کی بیع حرام ہے اگرچہ زمین کے برابر (کوئی) سونا دے۔
(الملفوظ ج:۳-ص:۱۷)

(۱۲) ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد کو عاریتاً دینا جائز نہیں۔ اور نہ مسجد میں سامان رکھنے کی اجازت ہے مگر فتنہ عام میں جب کہ خطرہ ہو۔ (الاشباہ والنظائر ص:۳۷۱) بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ وہ چارپائی جس پر مردہ رکھ کر قبرستان لے

جاتے ہیں مسجد ہی میں رکھی رہتی ہے یوں ہی بعض جگہ عشر وغیرہ کا غلہ مسجد ہی میں جمع رکھنے کا رواج ہے۔ یہ دونوں کام ممنوع ہیں۔ اگر خارج مسجد کوئی جگہ رکھنے کے لئے ہو تو وہیں رکھیں مسجد میں نہ رکھیں۔ ✿✿✿

مسجد میں اعتکاف کرنے کا بیان

حدیث ﴿۱﴾ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اٹھالیا۔ (بخاری ج:۱-ص:۲۷۱، مسلم ج:۱-ص:۳۷۱، ابوداؤد ج:۱-ص:۳۳۴)

حدیث ﴿۲﴾ انہیں سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ

اَلسُّنَّۃُ عَلَی الْمُعْتَکِفِ اَنْ لَّا یَعُوْدَ مَرِیْضًا وَّلَا یَشْہَدَ جَنَازَۃً وَّلَا یَمُسَّ الْمَرْاَۃَ وَلَا یُبَاشِرَہَا وَلَا یَخْرُجَ لِحَاجَۃٍ اِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْہُ وَلَا اِعْتِکَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَّلَا اِعْتِکَافَ اِلَّا فِیْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔

معتکف پر سنت یہ ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے، نہ جنازہ میں حاضر ہو نہ عورت کو ہاتھ لگائے۔ اور نہ اس سے مباشرت کرے اور نہ کسی حاجت کے لئے نکلے، مگر اس حاجت کے لئے نکل سکتا ہے جو ضروری ہو۔ اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں۔ اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ ص:۱۸۳)

اعتکاف کا معنیٰ اور اس کی شرطیں:

اعتکاف کا لغوی معنی ہے ٹھہرنا، اور اصطلاح شرع میں بہ نیت عبادت مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔ اس کی شرط مسلمان، عاقل اور پاک ہونا ہے۔ بالغ اور آزاد ہونا شرط نہیں ہے۔ نابالغ جو تمیز رکھتا ہو اگر بہ نیت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے۔ اعتکاف ہر مسجد میں صحیح ہے اس کے لئے جامع مسجد یا مسجد جماعت[1] شرط نہیں ہے۔ مگر سب سے افضل مسجد حرام ہے پھر مسجد نبوی، پھر مسجد اقصیٰ پھر مقامی وہ بڑی مسجد جس میں سب سے بڑی جماعت ہوتی ہے۔ یہ حکم مردوں کے اعتکاف کے لئے ہے اور عورتیں مسجد بیت[2] میں اعتکاف کریں کیوں کہ ان کے لئے مسجد عام میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔

اعتکاف کی قسمیں:

اعتکاف تین طرح کا ہوتا ہے (۱) واجب (۲) سنت موکدہ کفایہ (۳) نفل واجب یہ کہ اعتکاف کی منت مانا ہو۔ اور سنت موکدہ علی الکفایہ رمضان شریف کے پورے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف، ان دونوں کے لئے روزہ شرط ہے۔ اور نفل یا مستحب یہ کہ کسی بھی وقت بہ نیت اعتکاف مسجد میں جائے اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے اور اس کے لئے روزہ شرط نہیں ہے۔ اس کی بہتر اور آسان صورت یہ ہے کہ جب بھی مسجد میں آئیں تو داہنے پاؤں سے اس میں داخل ہوں اور یہ کہہ لیں

[1] مسجد جماعت کی تعریف جنازہ کے بیان میں حاشیہ کے تحت مذکور ہے۔۱۲

[2] یعنی اس جگہ جسے وہ اپنے گھروں میں نماز کے لئے خاص کر لیں۔۱۲

کہ ''میں نے اعتکاف کی نیت کی'' اس سے چار فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک تو جب تک مسجد میں رہیں گے اعتکاف کا ثواب پائیں گے۔ دوسرے مسجد میں کھانا پینا بھی جائز ہو جائے گا۔ تیسرے مسجد میں سو بھی سکیں گے۔ چوتھے مسجد میں دنیوی جائز بات بھی کر سکیں گے۔ (تفسیر نعیمی ج:۲-ص ۲۳۹)

مسائل: (۱) معتکف (اعتکاف کرنے والا) ضروریات انسانی مثلاً پیشاب، پاخانہ، غسل، وضو، کھانا، پینا کسی سخت خطرہ کے سوا کسی کام کے لئے بھی مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا۔

(۲) مسجد سے مراد داخلِ مسجد ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ غسل خانے، وضو کی جگہ وغیرہ اس سے خارج ہیں۔ بلاضرورت معتکف یہاں بھی[1] نہ آئے۔

(۳) معتکف کو مسجد میں کھانا پینا، سونا، دنیوی جائز کلام کرنا سب جائز ہے۔

(۴) اعتکاف میں عورتوں سے جماع، ان سے بوس و کنار سب حرام ہے۔ (تفسیر نعیمی ج:۲-ص:۲۳۹)

(۵) معتکف نہ چپ رہے نہ کلام کرے بلکہ قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی قرات (پڑھنا) درود شریف کی کثرت، علم دین کا درس و تدریس، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم السلام کے سیر و اذکار اور اولیاء و صالحین کی حکایت اور امور دین کی کتابت (لکھائی) وغیرہ کام کرے۔ (عالمگیری، بہار)

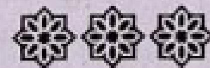
[1] لیکن بیڑی، سگریٹ، حقہ وغیرہ پینے کے لئے فنائے مسجد میں نکل سکتا ہے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ فتاویٰ امجدیہ، ج:۱، ص:۳۹۹ میں ہے کہ ''فنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اس سے ملحق ضروریات مسجد کے لئے ہے مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا'' مگر پھر اچھی طرح منہ صاف کر کے ہی مسجد میں داخل ہو۔۱۲

(۶) مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے لہٰذا معتکف کا مسجد کی چھت پر چڑھنا جائز ہے جب کہ زینہ مسجد کے اندر سے ہو۔ اور اگر باہر سے ہو تو نہیں چڑھ سکتا ہے۔

فضائل : (۱) معتکف اس بھکاری کی طرح ہے جو غنی کے دوازے پر اڑ کر بیٹھ جائے اور کہے کہ میں تو لے کر ہی جاؤں گا۔ ایسے یہ بھی اللہ عزوجل کے دروازے پر اڑ کر بیٹھ جاتا ہے کہ بغیر لئے نہیں ہٹتا۔ دروازہ والے کو اپنے دروازے کی لاج ہوتی ہے۔ مسجد والے کو اپنے دروازہ کا لحاظ ہے وہ ضرور دیگر ہی بھیجے گا مگر اخلاص شرط ہے۔ (تفسیر نعیمی ج:۲-ص:۲۳۸)

(۲) اعتکاف میں انسان تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے کیوں کہ لوگوں سے میل جول کی حالت میں جھوٹ، غیبت وغیرہ بہت سے گناہ ہوتے رہتے ہیں۔ معتکف کو صرف نمازیوں سے ہی ملاقات کا موقعہ ملتا ہے۔ (ایضاً)

(۳) بیہقی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کر دیا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے دو حج اور دو عمرے کئے۔ (بہار شریعت پنجم)



جمعہ کا بیان

جمعہ کی فضیلت:

حدیث ﴿۱﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلٰئِكَةُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ۔

جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر مسجد میں آنے والوں کی حاضری لکھتے ہیں۔ جو لوگ پہلے آتے ہیں ان کو پہلے اور جو بعد میں آتے ہیں ان کو بعد میں۔ اور جو شخص جمعہ کی نماز کو پہلے گیا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے مکہ شریف میں قربانی کے لیے اونٹ بھیجا پھر جو دوسرے نمبر پر آیا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے گائے بھیجی۔ پھر جو اس کے بعد آئے وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے دنبہ بھیجا۔ پھر جو اس کے بعد آئے وہ اس کی طرح ہے جس نے مرغی بھیجی۔ اور جو اس کے بعد آئے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے انڈا بھیجا۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے اٹھتا ہے تو فرشتے اپنے کاغذات لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(بخاری ج:۱-ص:۱۲۷، مسلم ج:۱-ص:۲۸۲، مشکوٰۃ ص:۱۳۲)

حدیث ﴿۲﴾ امام احمد وطبرانی کی روایت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ جب امام خطبہ کو نکلتا ہے تو فرشتے دفتر طے کرلیتے ہیں۔ کسی نے ان سے کہا تو جو شخص امام کے نکلنے کے بعد آئے اس کا جمعہ نہ ہوا؟ کہا ہاں ہوا تو لیکن وہ دفتر میں لکھا نہیں گیا۔ [۱]

جمعہ کے مسائل:

(۱) اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ اذان ثانی پست آواز سے کہتے ہیں یہ نا چاہئے۔ بلکہ اسے بھی بلند آواز سے کہیں کہ اس سے بھی اعلان مقصود ہے۔ جس نے پہلی نہ سنی اسے سن کر حاضر ہو۔ (بہار شریعت حصہ چہارم بحوالہ بحر وغیرہ)

(۲) مقتدیوں کو خطبہ کی اذان کا جواب ہرگز نہیں دینا چاہئے یہی احوط ہے۔ ہاں یہ جواب اذان یا (اذان کے بعد کی) دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳ص:۶۸۳)

(۳) امام یعنی خطیب اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلا شبہ جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳ص:۶۸۳)

(۴) خطبۂ جمعہ سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ نہ بلند آواز سے نہ باخفاء۔ بلکہ تنہا اعوذ آہستہ پڑھ کر حمد الٰہی سے شروع کرے۔ (ایضاً ج:۳ص:۶۸۴)

(۵) جب امام خطبہ کو نکلا اسی وقت سے نماز وکلام سب چیزیں ممنوع [۲] ہو

[۱] بہار شریعت، ج:۴،ص:۹۲۔ [۲] جب نماز حتی کہ کنکری چھونا حالت خطبہ میں درست نہیں تو پھر اس وقت چندہ کرنا اگرچہ مسجد ہی کے لئے ہو بھلا کب درست ہوسکتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر میں ہے کہ خطبہ کے وقت چندہ مانگنا خواہ کوئی بات کرنا حرام ہے۔

جاتی ہیں اس وقت پنکھا جھلنا بھی منع ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا من مسّ الحصیٰ فقد لغیٰ یعنی جس نے خطبہ کے وقت کنکری چھوئی اس نے لغو کام کیا۔ (فتاویٰ امجدیہ ج:۱ص:۲۹۸) البتہ اگر کوئی صاحب ترتیب ہو تو وہ اپنی قضا نماز خطبۂ جمعہ کے وقت ادا کرسکتا ہے۔ اس کے لئے جہاں تک دوری ممکن ہو اختیار کرے کہ صورت مخالفت سے بچے۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳ص:۷۴۱)

(۶) خطبہ میں اگر کلمہ شریف خطیب پڑھے تو رفع سبابہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (الملفوظ ج:۱ص:۸۰)

۷۔ خطبہ دیکھ کر اور زبانی دونوں نفس ادائے حکم میں یکساں ہیں۔ مگر زبانی اوفق بالسنہ ہے۔ (یعنی سنت سے زیادہ موافقت رکھتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳ ص:۷۴۱)

(۸) غیر عربی میں خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ دوسری زبان کو بھی شامل کرلینا مکروہ اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ (ایضاً ج:۳ص:۷۰۰، بہار)

(۹) اصل سنت (خطیب کا) منبر کے اول درجہ پر کھڑا ہونا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳ص:۷۰۰)

(۱۰) خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں۔ زبان سے سکوت (چپ رہنا) فرض ہے۔ (ایضاً ج:۳ص:۷۰۹)

(۱۱) جس نے خطبہ پڑھا وہی نماز پڑھائے۔ دوسرا نہ پڑھائے۔ اور اگر دوسرے نے پڑھا دی جب بھی ہو جائے گی جب کہ وہ ماذون (اجازت یافتہ) ہو۔ یوں ہی اگر نابالغ نے بادشاہ کے حکم سے خطبہ پڑھا اور بالغ نے نماز پڑھائی جائز ہے۔ (بہار شریعت چہارم)

(١٢) مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں آواز بہ نسبت پہلے کے پست ہو
(بہار شریعت ج:۴ص:۹۷)

(١٣) خطیب جب منبر پر جانے کا ارادہ کرے تو پہلے سیدھا قدم رکھے۔ اور جب اترے تو سیدھا قدم اتارے۔ (الملفوظ)

(١٤) مرد اگر امام کے سامنے ہو تو (خطبہ کے وقت) امام کی طرف منہ کر لے اور داہنے بائیں ہو تو امام کی طرف مڑ جائے۔[1] اور امام سے قریب ہونا افضل ہے۔ مگر یہ جائز نہیں کہ امام سے قریب ہونے کیلئے لوگوں کی گردنیں پھلانگے۔[2] البتہ اگر امام ابھی خطبہ کو نہیں گیا ہے اور آگے جگہ باقی ہو تو جاسکتا ہے۔ اور خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو کنارے ہی بیٹھ جائے۔ خطبہ سننے کی حالت میں دوزانوں بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں۔ (بہار شریعت ج:۴ ص:۹۸) خطبۂ اولیٰ میں ہاتھ باندھ لے جس طرح نماز کی حالت قیام میں باندھا جاتا ہے۔ اور خطبۂ ثانیہ کے وقت چھوڑ کر رانوں پر رکھ لے جس طرح التحیات میں رکھتے ہیں۔

---

[1] یعنی خطبہ کے وقت خطیب کی طرف رخ کرلے۔ آج کل مسلمانوں نے یہ سنت مطلق چھوڑ دیا ہے۔ خطبہ کے وقت سبھی لوگ قبلہ رخ بیٹھے رہتے ہیں یہ غلط ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس وقت امام کی طرف رخ کرلیا کریں ۱۲

[2] حدیث میں ہے کہ جس نے (اگلی صف میں جانے کے لئے) لوگوں کی گردنیں پھلانگیں تو اس کو (قیامت کے روز جہنمیوں کا) پل بنادیا جائے گا (مشکوۃ، ص:۱۲۲) یعنی ایسے بدنصیبوں کو قیامت میں جہنمی روندتے ہوئے گزریں گے۔ (العیاذ باللہ) مگر خطیب، امام، مکبر وغیرہ جن کا آگے جانا ضروری ہوتا ہے ان کے لئے اجازت ہے۔

چند متفرق سوال وجواب

سوال ۱:- کیا مسجد ہونے کے لئے عمارت بنانا ضروری ہے؟

جواب:- مسجد کرنے کیلئے عمارت (چھت، منارہ، دیواریں) بنانا ضروری نہیں۔ بلکہ اتنا کہہ دینا کہ "ہم نے اسے مسجد کردیا" کافی ہے۔ یا اس میں ایک بار جماعت کے ساتھ یا ایک شخص کا نماز پڑھ لینا بھی ضروری ہے علی اختلاف الاقوال۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۶ص:۳۹۰، فتاویٰ امجدیہ ج:۱ص:۲۴۹)

سوال ۲:- تو کیا زمین کا جو حصہ مسجد کردیا گیا لیکن عمارت نہیں بنائی گئی اس کا ادب واحترام مسجد ہی کی طرح کیا جائے گا؟

جواب:- ہاں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "مسجد صرف اس زمین کا نام ہے جو نماز کیلئے وقف ہو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اپنی نری خالی زمین مسجد کو دے مسجد ہو جائے گی۔ مسجد کا احترام اس کے لئے فرض ہو جائے گا۔" (فتاویٰ رضویہ ج:۶ص:۳۹۰)

سوال ۳:- مسجد میں وضوخانہ، استنجاء خانہ، حوض اور پائپ وغیرہ بنانا کیسا ہے؟

جواب:- اگر قبل تمام مسجدیت (یعنی مسجد کردینے سے پہلے) یہ چیزیں بنائی گئیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، بنانا درست ہے، اور ان کا ازالہ بھی ممنوع ہے، البتہ بعد تمام مسجدیت بنانا ناجائز وحرام

ہے، اور ازالہ واجب ہے، اسی لئے لوگوں کو چاہئے کہ مشورہ کر کے حوض وغیرہ دیگر ضروریات کیلئے جگہ کو متعین کر کے باقی کو مسجد کریں تاکہ اس میں نماز پڑھنے والے مسجد کا ثواب پائیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج:۶ ص:۴۴۴، فتاویٰ امجدیہ ج:۱ ص:۲۴۹)

سوال ۴:- مسجد کی چھت پر امام کے لئے بالا خانہ یا مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

جواب:- اگر قبل تمام مسجدیت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا اگرچہ کہتا ہو کہ مسجد ہونے کے پہلے سے میری نیت بنانے کی تھی۔ بلکہ اگر دیوار مسجد پر حجرہ بنانا چاہتا ہو تو اس کی بھی اجازت نہیں۔ یہ حکم خود واقف اور بانی مسجد کا ہے۔ لہٰذا جب اسے اجازت نہیں تو دوسرے بدرجہ اولیٰ نہیں بنا سکتے۔ اگر اس قسم کی کوئی ناجائز عمارت چھت یا دیوار پر بنادی گئی ہو تو اسے گرا دینا واجب ہے۔ (درمختار ج:۳ ص:۳۵۸، بہار شریعت ج:۱۰ ص:۷۳)

سوال ۵:- کیا مدرسہ کی چھت پر مسجد بنانا درست ہے؟

جواب:- مدرسہ کی چھت پر مسجد بیت کی طرح مسجد تعمیر ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر مسجد عام بنانا چاہیں اور مدرسہ کی زمین وقف ہے تو اس کی چھت پر مسجد عام کی تعمیر نہیں ہوسکتی کہ مسجد عام کے لئے زمین کا اس کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے۔ اور مدرسہ کی موقوفہ زمین مسجد کی ملکیت نہیں ہوسکتی لانہ تغییر الوقف و تغییر الوقف لا یجوز ھکذا فی الھندیۃ۔ ہاں اگر مدرسہ کسی کی

ملکیت میں ہو اور وہ مدرسہ کو مسجد میں دیدے تو اس صورت میں اس کی چھت پر مسجد عام بنانا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ فیض الرسول ج:۲ ص:۳۶۵/۳۶۶)

سوال ۶:- اگر کوئی ہندی کافر مسجد میں مصلی چٹائی دے یا تعمیر مسجد میں چندہ دے تو اس مصلی پر نماز پڑھنا یا اس کا پیسہ مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- یہاں کے کافر حربی ہیں اور کافر حربی کا مال عقود فاسدہ کے ذریعہ حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر کافر حربی کیساتھ کیا جائے تو منع نہیں۔ بشرطیکہ وہ عقد مسلم کے لئے مفید ہو۔ مثلاً ایک روپیہ کے بدلے دو روپیہ لینا جائز ہے بشرطیکہ مکر وفریب اور غدر و بدعہدی نہ ہو۔ تو اپنی خوشی سے اس کے دیئے ہوئے مصلی پر نماز پڑھنا اور اس کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگانا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔ مگر نہ لینا بہتر ہے۔

(فتاویٰ فیض الرسول ج:۲ ص:۳۶۷)

سوال ۷:- مسجد میں نماز عید پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:- جائز ہے، مگر سنت یہ ہے کہ نماز عیدین عیدگاہ میں چاہئے۔ جب کہ کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۳ ص:۸۰۱، بہار شریعت ج:۴ ص:۱۰۶)

سوال ۸:- مسجد کے قریب مسجد سے اونچا مکان بنانا کیسا ہے؟

جواب:- بنا سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ مسجد ان ظاہری



دیواروں کا نام نہیں ہے بلکہ اس جگہ کے محاذ (مقابل) میں ساتوں آسمان تک سب مسجد ہے۔ درمختار میں ہے انہ مسجد الٰی عنان السماء۔ ردالمحتار میں ہے وکذا الٰی تحت الثریٰ کما فی البیری عن الاسبیجابی۔

(فتاویٰ رضویہ ج:۳ ص:۵۸۸ ملخصاً)

مومن کے لیے تین قلعے ہیں

- مسجد
- اللہ تعالیٰ عزوجل کا ذکر
- قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی تلاوت

جب تک مومن ان میں سے ایک سے بھی وابستہ رہتا ہے
تو وہ قلعہ میں شیطان سے محفوظ رہتا ہے